اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرة مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

دسمبر
2015

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۱۲	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ / دسمبر ۲۰۱۵ء	جلد : ۲۳

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب،متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت،بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ،اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 0954-020-100-7914-2

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۴
اعلیٰ اَخلاق کا معلم	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۲۰
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۲۹
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ	۳۳
ایک عیسائی کے خط کا جواب	حضرت مولانا مفتی جمیل اَحمد صاحب تھانویؒ	۳۵
گلدستۂ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۰
تعارف وتبصرہ '' فوائد جامعہ برعجالہ نافعہ ''	مولانا محمد طلحہ صاحب، متخصص فی علوم الحدیث	۵۳
اخبار الجامعہ	مولانا اِنعام اللہ صاحب	۶۲
وفیات		۶۴

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُ الاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

۱۳ رنومبر کو پیرس میں خود کُش حملوں کے نتیجوں میں کم و بیش ڈیڑھ صد اَفراد مارے گئے، یہ واقعہ اپنی جگہ اَفسوس ناک ہے مگر اِس سے بھی زیادہ اَفسوس ناک اَمر یہ ہے کہ یورپ و اَمریکہ کی پوری عیسائی اور یہودی دُنیا جہاں اِس واقعہ پر سراپا اِحتجاج ہے وہاں دُوسری طرف صرف اِسلام اور مسلمانوں کو اِس کا موردِ اِلزام بھی قرار دے رہی ہے ! ! !

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جب کائنات کا آخری نبی بنا کر نیا سچا اور کامل دین دے کر بھیجا تو مشرکین کی طرح یہود و نصارٰی نے ہٹ دھرمی اِختیار کرتے ہوئے قیامت تک کے لیے آنے والے جدید دین کو مسترد کر دیا اور اپنے پرانے دین کو جو کہ اُن کی اپنی تحریفات کی وجہ سے مسخ ہو کر فرسودہ ہو چکا تھا گلے سے لگائے رکھا۔ اِسلام اپنی جدت اور ہمہ گیر کمالات کی وجہ سے سلیم الفطرت اَفراد و اَقوام کے سینوں میں اُترتا چلا گیا اور یوں بالآخر عرب و عجم کے مشرک، اَفریقہ اور شام و یمن کے عیسائی اور کچھ اِنصاف پسند یہودی بھی اِسلام کے دامن سے وابستہ ہوتے چلے گئے۔

بقیہ تنگ نظر اور باپ داداوں کی فرسودہ رسموں کو اپنا دھرم قرار دے کر مٹے نقوش کو آج تک پیٹتے چلے آرہے ہیں، اِس دور کی نئی سے نئی مادّی اِیجادات کرنے والے اور جدت پسندی کا دعوی کرنے والے سب کچھ کے باوجود آج تک مذہبی اِعتبار سے بے بنیاد ہی رہے، عدم برداشت کا شکار

عالَمِ کفر اپنی تنگ نظری اور قدامت پسندی کی وجہ سے پرانے مذہبی خول سے اپنے کو باہر نہیں نکال سکا، رُوحانی طور پر مردہ یہ لوگ آج بھی جبر کر کے لوگوں کو اپنے پرانے اور بے بنیاد دینوں میں داخل ہونے پر مجبور کرتے ہیں۔ برما اور نیپال میں بدھ متوں، مقبوضہ کشمیر اور ہندوستان میں ہندوؤں، فلسطین میں یہودیوں، بوسنیا، وسطی اَفریقہ، رُوس، یورپ اور اَمریکہ میں عیسائیوں نے عدم برداشت کی بنیاد پر عورتوں بچوں سمیت لاکھوں کے قتلِ عام کا بازار گرم کیا، خود اَمریکہ بہادر اپنے عیسائی نیٹو اِتحادیوں اور بے ضمیر مسلم حکمرانوں کی قیادت کرتے ہوئے اَفغانستان عراق لیبیا میں تیس سے چالیس لاکھ کے لگ بھگ مسلمانوں کا خونِ ناحق کر چکا ہے اور اب ملکِ شام میں بڑے دھڑلے سے یہ عمل جاری ہے وہاں سے بے گھر ہونے والے مسلمانوں کو تنگ نظر یورپ اور اَمریکی ریاستوں نے پناہ دینے سے اِنکار کیا ہے، ترکی اور شام کی سرحد پر ایک کیمرہ مین یہودن صحافی اپنے ماں باپ کی طرف لپکتے سات آٹھ سالہ پناہ گزیں بچے کو لانگڑی دے کر گرا دیتی ہے اِس کے اِس سنگ دلانہ عمل کو الیکٹرانک میڈیا پر دِیکھنے والے دیکھ چکے ہیں، غرض تیس چالیس برسوں سے حالیہ قتلِ عام کا سلسلہ پوری دُنیا میں صرف اور صرف مسلمانوں کے ساتھ برتا جا رہا ہے اِس کے باوجود اَقوامِ متحدہ سمیت پوری عیسائی اور یہودی دُنیا اپنے اِس ''جرم'' کو ''خود ساختہ قانون'' کے سانچے میں ڈھال کر ''قیامِ اَمن'' کا عمل قرار دے رہی ہے جبکہ گھر کی شہادت یہ ہے کہ

''عراق پر جنگی کارروائی جنگی جرم تھا ''چھوٹی اِنٹیلی جنس'' کی بنیاد پر اَمریکہ کا اِتحادی بن کر عراق کے ''بے گناہ'' عوام کے ''قتلِ عام'' پر معافی مانگتا ہوں۔''

(سابق وزیر اعظم برطانیہ ٹونی بلیئر)

جامعہ مدنیہ جدید کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا خالد محمود صاحب مدظلہ نے ۱۶؍نومبر کے روزنامہ ایکسپریس میں شائع ہونے والی ایک تحریر کی طرف توجہ دلائی جو اُوریا مقبول جان کے قلم کی جاندار اور برموقع تخلیق ہے اِفادۂ عام کی غرض سے اِس کو بعینہٖ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ! ملاحظہ فرمائیں۔

پیرس نشانہ کیوں ؟ یہ وہ شہر ہے جس میں آج سے تقریبًا ڈھائی سو سال قبل لاکھوں لوگ سڑکوں پر اُمڈ آئے تھے یہ بھوکے ننگے اور غربت واَفلاس کے مارے ہوئے لوگ تھے، عوام کی طاقت سے بادشاہت کو گرانے کا مظاہرہ دُنیا نے پہلی دفعہ اِسی شہر میں وقوع پذیر ہوتے دیکھا تھا یہ لوگ اپنی نفرت اور اِنتقام کی اِنتہا پر تھے۔

کارلائل اُن لوگوں کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتا ہے :

''محنت ومشقت کرنے والے عوام کی حالت مسلسل اَبتر تھی، بدقسمت لوگ جن کی تعداد دو سے ڈھائی کروڑ کے درمیان تھی ہم اُن سب کو ایک دُھندلی اکائی یا اِنسانوں کا ایک ڈھیر سمجھتے ہیں اِتنا بڑا ہجوم مگر کمزور لوگوں کا ہجوم، کم ذات اور کمینے، اچھے لفظوں میں اِنہیں عوام کہہ لو، بظاہر عوام نام کی ایک اکائی سارے فرانس میں اپنے مٹی کے گھروندوں اور چھپروں میں پھیلی ہوئی تھی ہر گھر کے اپنے دُکھ تھے اپنے مسائل تھے، اُن گھروں میں پائی جانے والی مخلوق اپنی ہڈیوں پر محض کھال اَوڑھے ہوئے تھی، کھال بھی خستہ حال کہ چٹکی بھرو تو اُس میں سے خون رِسنے لگے۔''

یہ ۱۷۸۹ء کا فرانس تھا جس کی تصویر کارلائل بیان کر رہا تھا :

کئی سالوں سے فرانس کے یہ حالات تھے اور دِن بدن اَبتر ہو رہے تھے وہ ۱۷۷۷ء سے ہنگامے اور بغاوتیں کر رہے تھے اِسی سال سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ فرانس میں گیارہ لاکھ بھکاری ہیں لیکن دس بارہ سالوں میں یہ لوگ اِس قدر بڑھے کہ لوگوں کا بازاروں میں چلنا پھرنا مشکل ہو گیا پھر ایک دِن ۱۴ر جولائی ۱۷۸۶ء میں عوام کا بپھرا ہوا ہجوم پیرس کی سڑکوں پر نکل آیا اُنہوں نے سب سے بڑے جیل خانے بیسٹائل پر قبضہ کر لیا، وہ تمام قیدی جو بادشاہ کے خلاف آواز بلند کرنے کے جرم میں قید کیے گئے تھے رہا ہو گئے۔

۱۴ر جولائی آج بھی فرانس کا قومی دِن ہے یہ آغاز تھا اَنجام بہت ہی خون آشام تھا

جگہ جگہ عدالتیں لگی ہوئی تھیں بھپرے ہوئے لوگ اِنسانوں کو روکتے اُن کے ہاتھ دیکھتے اگر وہ نرم ہوتے اور اُن پر محنت کے نشان نہ ہوتے تو اُنہیں قتل کر دیتے، اُن کی قمیض کا کالر اور آستین دیکھتے اگر اُن پر میل نہ ہوتا تو گردن اُڑا دیتے، بادشاہ کو جس طرح کھینچ کر اُس بلند مقام پر لایا گیا جہاں ایک بہت بڑا چھرا اُس کی گردن کاٹنے کا منتظر تھا وہ عجیب منظر تھا جب یہ سروں کی فصل کٹ رہی تھی تو کوئی آنکھ اَشکبار نہ تھی پورے فرانس میں جشن کا ایک سماں تھا رقص گاہوں میں رقص جاری تھے اور شراب خانوں میں جام لنڈھائے جا رہے تھے۔ اِنقلابِ فرانس کی تاریخ لکھنے والے اِن تمام واقعات کو اِسی طرح بیان کرتے چلے آئے ہیں وہ سب اِسے عوام کا غصہ غضب اور اِنتقام تصور کرتے ہیں یہاں تک کہ وِلڈ یورینٹ جیسا شخص اِنقلابِ فرانس کے دوران اِس طرح لوگوں کی گردنیں اُڑانے کا ایک جواز تحریر کرتا ہے وہ اپنی کتاب Heroes Of History میں لکھتا ہے کہ

'' اِنگلینڈ میں فرانس سے زیادہ غربت و اَفلاس تھی بلکہ اِنگلینڈ کے لوگ تو پرانے چمڑوں کو اُبال کر سوپ تیار کر کے زندگی گزارتے تھے لیکن وہ سب لوگ فرانس کے عوام کی طرح سڑکوں پر نہیں نکلے اُنہوں نے اُمراء اور رُؤسا کا قتل نہیں کیا اِس کی وجہ وہ یہ بیان کرتا ہے کہ اِنگلینڈ میں فرانس کے بادشاہوں کی طرح عوام کی غربت کا مذاق اُڑانے والا کوئی نہ تھا کسی ملکہ نے یہ الفاظ نہیں بولے تھے کہ

'' لوگوں کو اگر روٹی نہیں ملتی تو وہ کیک کیوں نہیں کھاتے ''

یا پھر اِنگلینڈ میں فوج کے کسی سپہ سالار نے فرانس کے روہان کی طرح یہ فقرہ نہیں کہا تھا کہ

'' لوگ بھوکے ہیں تو پورے فرانس میں اِس قدر گھاس اُگی ہوئی ہے وہ کیوں نہیں کھاتے ''

یہ وہی شخص ہے جسے لوگوں نے پکڑا اُس کے منہ میں گھاس بھری اور پھر گردن کاٹ

دی۔ حیرت کی بات ہے لوگ بھوک و اَفلاس برداشت کرتے رہتے ہیں لیکن اپنا تمسخر برداشت نہیں کرتے اور آتش فشاں کی طرح اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور قتل و غارت کی ایسی تاریخ رقم کرتے ہیں جس میں کوئی پوچھتا تک نہیں کہ کون قصوروار ہے اور کون نہیں بس جو شکل و صورت یا لباس سے سرمایہ دار اَمیر نظر آتا ہے اُس کی گردن اُڑا دی جاتی ہے۔

یہ اِنقلابِ فرانس تھا جس کی کوکھ سے دو چیزوں نے جنم لیا :

ایک سیکولر اِزم اور دُوسرا نپولین

اِن کے اپنے اپنے اہداف تھے، ایک سلطنت کو وسعت دینا چاہتا تھا اور وہ اَفریقہ اور مشرقِ وسطٰی کے مسلمان علاقوں پر چڑھ دوڑا

اور سیکولر اِزم نے مذہب سے ایسی آزادی کو جنم دیا جس میں ہر اُس تصور کا تمسخر اُڑایا گیا جو مذہب سے وابستہ تھا۔

فرانسیسی اَدب میں ''پادری'' اور ''نن'' [1] کے حوالے سے جس قدر کہانیاں اور اَفسانے تراشے گئے وہ صرف اور صرف اُن کی کردار کُشی کے لیے تھے لطیفوں کی ایک قطار ہے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتی، فلموں میں چرچ کی زندگی کو نشانہ بنایا گیا یہاں تک کہ فحش فلموں کے کرداروں میں بھی ''نن'' کو شامل کر کے رُسوائی کا سامان مہیا کیا گیا۔

عیسائیت نے چونکہ صلیبی جنگوں کے بعد فرانس پر بذریعہ چرچ اپنا غلبہ قائم کیا تھا اور پادری وہاں کی سب سے بڑی طاقت تھے جو اِنسانوں کو مخالف نظریات کی بنیاد پر پکڑتے فیصلہ صادر کرتے کہ اِن میں شیاطین کی اَرواح داخل ہوگئی ہیں پھر اُن کو اکٹھا کر کے آگ کے اَلاؤ میں جھونک دیا جاتا۔

---

[1] راہبہ

فرانس کے سب سے بڑے سرمایہ دار اور جاگیردار پادری تھے کیونکہ اُنہوں نے صلیبی جنگوں کے نام پر عوام سے جو سرمایہ اکٹھا کیا تھا اُسے اپنی جائیدادیں بنانے پر خرچ کیا اِسی لیے جب اُن کے خلاف دو صدیاں نفرت اور تمسخر سے بھرا پروپیگنڈا کیا گیا تو کوئی اُن کی ہمدردی میں نہ اُٹھا کسی نے اُن کا ساتھ نہ دیا بلکہ وہ خود بھی خاموش ہو کر بیٹھے رہے۔

چرچ کی اِس خاموشی کو سیکولر اِزم کے کرتا دھرتا لوگوں نے آزادیٔ اِظہار کی فتح قرار دیا اور یہ گمان کرلیا کہ کسی بھی مذہب یا اُس کے ماننے والوں کی محترم شخصیت کا اگر کبھی مذاق اُڑایا گیا تو کم اَز کم فرانس یا پیرس میں ہمارا سامنا کوئی نہیں کرے گا ہم آزادیٔ اِظہار کے نام پر سب کچھ اور سب کے ساتھ جاری رکھ سکیں گے۔

اِدھر فرانس کے مفتوح اَفریقی اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک کے اَفراد یہاں آباد ہونا شروع ہوئے جن کی اکثریت مسلمانوں کی تھی مراکش، اَلجزائر، مصر، شام، لبنان اور دیگر ملک، اِن سب نے پیرس کے اِس رنگا رنگ ماحول کو اَوڑھ لیا جس نے سیکولر اِزم کی کوکھ سے جنم لیا تھا، اِس ماحول کو اَربابِ اِقتدار فرانسیسی تہذیب اور ثقافت کہتے ہیں اور اِس کے بارے میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اِسے ہر حال میں قائم رکھا جائے گا بلکہ اِن سیکولر اَخلاقیات کو بزور نافذ کیا جائے گا۔ اِس کا پہلا شکار وہ 92 عورتیں ہوئیں جو پیرس شہر میں نقاب اَوڑھتی تھیں، اُن کے بارے میں کہا گیا کہ یہ فرانسیسی تہذیب وثقافت پر حملہ ہے اِن 92 عورتوں کے مقابلے میں فرانس کی اسمبلی کے کئی سو اَرکان اکٹھے ہوئے اور نقاب پر پابندی لگادی۔ یہ کسی شخص کے ذاتی اِنتخابِ لباس پر قدغن ہی نہیں بلکہ اُس کا تمسخر اُڑانا بھی تھا۔

اِس کے بعد چارلی ہیبڈو نے رسولِ اکرم ﷺ کے کارٹون شائع کیے اِس اَخبار کو بخوبی علم تھا کہ فرانس میں پچاس لاکھ سے زیادہ مسلمان رہتے ہیں اور اُسے یہ بھی

اَندازہ تھا کہ فرانس یورپ کا وہ واحد ملک ہے جہاں اِسلام اِختیار کرنے والوں کی تعداد روزانہ تین سے چار اَفراد ہے جو اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو رہے ہوتے ہیں لیکن کسی کو یاد نہ تھا کہ لوگ غربت واَفلاس اور بھوک اور بیماری برداشت کر لیتے ہیں.....لیکن.....تمسخر.....نہیں ! ! !

۲۰۱۵ء میں چارلی ہیڈو کے کارکن قتل ہوئے اِسی پیرس شہر میں جہاں ڈھائی سو سال قبل اِنتقام سے بھر پور لوگوں نے اپنے ''تمسخر'' کا اِنتقام ہر قصور وار اور بے قصور سے بلا اِمتیاز لیا تھا، پورا یورپ وہاں اکٹھا ہو گیا اُن کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کیا گیا پیرس کی سڑکوں پر ایک ہجوم دوبارہ نکل آیا لیکن اِس دفعہ وہ تمسخر اُڑانے والوں کی گردنیں کاٹنے کے حق میں نہیں تھا بلکہ اُن کے تحفظ اور اُن کی حمایت میں کھڑا ہو گیا ! ! اِس ہجوم نے دُنیا بھر کے دُکھی اور رنجیدہ مسلمانوں کو ایک پیغام دیا کہ

''پیرس ہر اُس شخص کا ساتھ دے گا جو تمہاری محبوب ترین شخصیت [1] کا تمسخر اُڑائے اور اگر وہ قتل کر دیا جائے تو وہ ہمارا ہیرو ہے ! ! !''

اِنتقام کی اپنی سرشت ہوتی ہے اَلجزائر میں فرانسیسی اَفواج اُتریں کہ وہاں اِسلام پسند حکمران نہ بن جائیں، بلا اِمتیاز بچوں عورتوں اور بوڑھوں کو قتل کیا، لیبیا کے پُراَمن ملک کو فضائی حملوں سے تباہ و برباد کر دیا گیا، عراق، بیروت، مصر اور شام میں اپنے اِتحادیوں کے ساتھ وہ سب کچھ روا رکھا گیا جو عام شہریوں کے قتلِ عام کا سبب تھا، جہاز کئی ہزار فٹ سے بم برساتے اور اُن کے شور میں کسی کو معصوم بچوں عورتوں اور بوڑھوں کی چیخیں تک سنائی نہ دیتیں۔ لوگ گھروں سے نکلے، ہجرت کرتے ہوئے سمندروں میں غرق ہوئے، دربدر خاک بسر، اِن لوگوں کی آنکھوں

[1] جیسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے دیگر پیشوا

میں صرف ایک ہی آگ تھی جسے اِنتقام کی آگ کہا جاتا ہے ! ! جس شخص نے
اپنے ہاتھوں اپنے پیاروں کو دفنایا ہو اُسے اِردگرد خوشیاں مناتے لوگ اچھے نہیں
لگتے ! ! ! وہ ذاتی اور نسلی اِنتقام کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے وہ شام سے تعلق رکھتا
ہے اور شام کا اِنتقام لیتا ہے شام جس پر پورا مغرب اور رُوس سب ٹوٹ پڑے ہیں
لیکن..........فرانس کا شہر............پیرس...............کیوں ؟ ؟ ؟
اِس لیے کہ یہی شہر تھا جہاں دُنیا بھر کے حکمران تمسخر اُڑانے والوں کے ساتھ یکجہتی
کے لیے جمع ہوئے تھے اور وِلڈ یوریئنٹ کے نزدیک
لوگ.....بھوک......برداشت کر لیتے ہیں ! تمسخر نہیں ! ! !

لیکن اِسلام اور مسلمانوں کے ساتھ تمسخر کے اِس عمل کو عالمی سطح پر عالمِ کفر کے قائدین بڑی بے شرمی کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں مثال کے طور پر ۲۴ر نومبر کے روزنامہ نوائے وقت میں برطانوی اَخبار ''دی اِنڈی پینڈنٹ'' کی رپورٹ کے مطابق

''برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف متعصّبانہ نسلی حملوں میں تین سو فیصد اِضافہ ہوا ہے پیرس کے حملے کے بعد ایک ہفتے کے دوران مسلمانوں کو تعصب کا نشانہ بنانے کے ایک سو پندرہ واقعات پیش آئے زیادہ تر واقعات میں چودہ سے لے کر پینتالیس سالہ خواتین کو اِسلامی لباس پہننے پر نشانہ بنایا گیا۔''

نوائے وقت ہی میں کمشنر یورپی یونین ''دی میٹرس ارماپولس'' نے بناوٹی شائستگی کے لبادہ میں تمسخر کرتے ہوئے کہا کہ

''پیرس حملے پاکستانیوں کی زندگی مشکل بنائے جانے کا تاثر درست نہیں، حملے کرنے والے یورپ کے پیدائشی اور وہیں جوان ہوئے، ہم کسی کی بے عزتی نہیں کرتے۔''

مسخروں کے سردار ''اوبامہ'' اپنے عیارانہ اَنداز میں فرماتے ہیں :

''دُنیا دہشت گردی کے آگے نہ جھکے، مسلمان نہیں چھوٹا سا گروہ دہشت گردی میں ملوث ہے اِسلام کو اِس سے نہ جوڑا جائے۔'' (نوائے وقت ۲۳ر نومبر ۲۰۱۵ء)

جبکہ اَمریکی وزیر خارجہ جان کیری نے بغیر کسی لگی لپٹی کے اپنے کور باطن سے گدڑی اُتار پھینکی اور بے گناہ نوجوان فلسطینی لڑکی کی یہودیوں کے ہاتھوں شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے ۲۵ر نومبر کے روزنامہ میں فرمایا :

'' چاقو کے حملے دہشت گردی ہے ''

اِن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فلسفہ اور سائنس کے مسلّمہ اُصول ''عمل اور ردِعمل'' کو تسلیم نہیں کرتے اور فلسطینیوں پر اِسرائیل کا ستر برس سے جاری ظالمانہ عمل اِن کی نظر میں ایک ''عمل'' ہے جس پر ''ردعمل'' کی کوئی گنجائش نہیں ہے ! ! !

عالمِ اِسلام سے تمسخر کرتے ہوئے سابق اَمریکی صدر کی بیوی ہیلری کلنٹن مسلمانوں کی عزت اَفزائی کرتے ہوئے ۲۳ر نومبر کے روزنامہ میں فرماتی ہیں :

''مسلمانوں کو تنہا کرنے والوں اور اِسلام مخالف باتیں کرنے والوں کو نہ سنا جائے۔''

موصوفہ ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے اَمریکہ کی صدارتی اُمیدوار بھی ہیں اور اِسرائیل نوازی کو عبادت کا درجہ دیتی ہیں۔

عالمی سطح پر اِسلام اور مسلمانوں کا تمسخر اُڑانے کی یہ چند مثالیں قارئین کے پیشِ نظر کی ہیں جو میڈیا کے عالمی منظرنامے پر نہ تھمنے والے طوفان کی طرح دِن رات جاری ہیں اور ہمیشہ جاری رہیں گی کیونکہ باری تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

﴿ وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ ﴾ (سُورۃ البقرہ : ۱۲۰)

''آپ سے یہود و نصاریٰ کبھی راضی نہ ہوں گے تاوقتیکہ اُن کے دین کی پیروی شروع کردیں۔''

قرآنِ پاک میں اِن قدامت پسند اور ہٹ دھرم کفار کی اِسلام اور مسلمانوں کے خلاف

سرگرمیوں اور تمسخر اُڑانے کی تصویر کشی اِن الفاظ میں کی گئی ہے :

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ o وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ o وَاِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰی اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَکِهِیْنَ o وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴾ (سُورۃ المطففین : ۲۹ تا ۳۲)

''وہ لوگ جنہوں نے جرائم کیے، (اور تمسخر کے طور پر) ہنسی اُڑاتے تھے اِیمان والوں کی اور جب گزرتے اُن کے پاس تو آپس میں آنکھ مارتے (کہ دیکھو اِن بیوقوفوں کو جنہوں نے اپنے کو جنت کے اُدھار پر دُنیا کے نقد سے محروم کر رکھا ہے) اور جب لوٹ کر جاتے ہیں اپنے گھر کو (تو مسلمانوں پر پھبتیاں کستے) لوٹے چلے جاتے باتیں بناتے اور جب اِن کو دیکھتے کہتے بے شک یہ لوگ بہک رہے ہیں (کہ خواہ مخواہ زُہد و ریاضت کر کے اپنی جانیں کھپاتے اور موہوم لذتوں کو موجودہ لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور لا حاصل مشقتوں کا کمالاتِ حقیقی نام رکھا ہے، کیا یہ اِن مسلمانوں کی کھلی ہوئی گمراہی نہیں کہ سب گھر بار اور عیش و آرام چھوڑ کر ایک شخص کے پیچھے ہو لیے اور اپنے پرانے آبائی طور طریقوں کو ترک کر بیٹھے)۔''

مزید بہت کچھ لکھنے کو دل چاہ رہا تھا وقت کی قلت کے سبب اِسی پر اِکتفاء کرتے ہوئے آخر میں ایک تلخ حقیقت کا اِعتراف بھی ضروری ہے کہ تسلسل سے جاری اِس عالمی سفاکی میں بے ضمیر مسلم حکمرانوں کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے جن کو صرف اپنا اِقتدار ہی ہر حال میں عزیز رہا ہے جو اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خون پر اپنے ذاتی مفادات کو ترجیح دینا اپنا فطری حق سمجھتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عالمِ اِسلام کے حکمرانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ کفار اور منافقین کی چال بازیوں کو سمجھ کر اُن کا توڑ کر سکیں تاکہ تنگ نظر اور فرسودہ عالمِ کفر کی سرکشی اور غرور خاک ہو جائے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا　درسِ حدیث　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

(۱) وَعَنْہُ (ای عَنْ اَنَسٍ) قَالَ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ (ﷺ) فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتِبَۃِ مَالَہٗ تَرِبَ جَبِیْنُہٗ .[۱]

''رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے نہ لعن طعن کی عادت تھی جب خفا ہوتے تھے تو عربی کا ایک محاورہ اِستعمال فرمایا کرتے تھے (جس کا ترجمہ ہے) اِسے کیا ہوا اِس کی پیشانی خاک آلود ہو۔''

(۲) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا صَافَحَ الرَّجُلَ لَمْ یَنْزِعْ یَدَہٗ مِنْ یَدِہٖ حَتّٰی یَکُوْنَ ھُوَالَّذِیْ یَنْزِعُ یَدَہٗ وَلَا یَصْرِفُ وَجْھَہٗ عَنْ وَجْھِہٖ حَتّٰی یَکُوْنَ ھُوَ الَّذِیْ یَصْرِفُ وَجْھَہٗ عَنْ وَجْھِہٖ وَلَمْ یُرَ مُقَدِّمًا رُکْبَتَیْہِ بَیْنَ یَدَیْ جَلِیْسٍ لَہٗ .[۲]

''جب رسول اللہ ﷺ کسی سے مصافحہ فرمایا کرتے تھے تو اپنا دستِ مبارک اُس کے ہاتھ میں سے نہ نکالتے تھے حتی کہ وہ ہی اپنا ہاتھ (ڈھیلا کردے اور) نکالے اور کبھی ایسا نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے اپنے ساتھی کے آگے اپنے گھٹنے بڑھا رکھے ہوں۔''

---

[۱] بخاری شریف کتاب الادب رقم الحدیث ۶۰۴۶　[۲] مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۵۸۲۴

جناب آقائے نامدار علیہ الصلوۃ والسلام کو حق تعالیٰ نے کامل ترین صفات پر پیدا فرمایا تھا، طرح طرح کے کمالات و فضائل آپ کی ذاتِ گرامی میں ودیعت فرمائے تھے آپ کو ظاہر اور باطن دونوں میں اِس درجہ بلندی عنایت فرمائی تھی کہ جس کی مثال نہیں ملتی ، ظاہری، محسوس اور مشاہد صفات کا اَندازہ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اِس روایت سے فرمالیں کہ :

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَسْلُکْ طَرِیْقًا فَیَتْبَعُہٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّہٗ قَدْ سَلَکَہٗ مِنْ طِیْبِ عَرْفِہٖ اَوْ قَالَ مِنْ رِیْحِ عَرَقِہٖ. [1]

''سرورِ کائنات ﷺ جس راستے سے گزر جاتے تھے بعد میں کوئی اُس راستہ پر چلتا تو یہ ضرور معلوم کر لیتا کہ آپ ﷺ کا اِدھر سے گزر ہوا ہے، اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ایک قسم کی مہک عطا فرمائی تھی وہ محسوس ہوتی تھی۔ یعنی اُس راستہ میں خوشبو مہکتی جس سے آپ ﷺ تشریف لے جاتے۔''

اِسی طرح آپ کے پسینہ میں بھی اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہوتی تھی ایک صحابیہ حضرت اَنسؓ کی والدہ حضرت اُمِ سلیم (جو آنحضرت ﷺ کی ننھیالی رشتہ داروں میں سے تھیں اور آپ اَزراہِ بے تکلفی کبھی کبھار دوپہر کو اُن کے گھر آرام فرمالیتے) فرماتی ہیں کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لایا کرتے تھے آپ کو پسینہ بکثرت آتا تھا، میں اُسے (کسی طریقہ سے) جمع کر لیا کرتی تھی اور اِسے خوشبو میں مِلا دیتی تھی جنابِ سرورِ کائنات ﷺ نے ایک مرتبہ دریافت فرمایا کہ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ مَا ھٰذَا ؟ اُمِ سلیم یہ کیا ہے ؟ جواب دیا عَرَقُکَ نَجْعَلُہٗ فِیْ طِیْبِنَا وَھُوَ مِنْ اَطْیَبِ الطِّیْبِ یعنی یہ آپ کا پسینہ ہے ہم اِسے خوشبو میں ملائیں گے اور یہ خود بھی عمدہ ترین خوشبو ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت اُمِ سلیم نے فرمایا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَرْجُوْ بَرَکَتَہٗ لِصِبْیَانِنَا کہ ہم اُمید کرتے ہیں کہ اِس کی برکت سے ہمارے بچوں کو فائدہ پہنچے گا، آپ نے اِرشاد فرمایا اَصَبْتِ [2] یعنی ٹھیک کیا۔ تو آپ کو ظاہری کمالات بھی اِس قدر عنایت ہوئے کہ اُن کا اِحصاء مشکل ہے۔

---

[1] مشکوۃ شریف رقم الحدیث : ۵۷۹۲ [2] مشکوۃ شریف رقم الحدیث : ۵۷۸۸

ایک صحابی آپ کے حسن کی تعریف اِس طرح فرماتے ہیں :

رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فِیْ لَیْلَۃٍ اِضْحِیَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْہِ حُلَّۃٌ حَمْرَاءُ فَاِذَا ھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ.

(مشکوۃ شریف کتاب الفضائل والشمائل رقم الحدیث ۵۷۹۴)

''میں نے ایک دفعہ آقائے نامدار ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا، میں ایک نظر آقائے نامدار علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھتا تھا اور ایک نظر چاند پر ڈالتا تھا تو میں نے یہ دیکھا کہ سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔''

اِسی طرح حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ.

(مشکوۃ شریف کتاب الفضائل والشمائل رقم الحدیث ۵۷۹۵)

''میں نے جنابِ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے چہرۂ اَنور میں سورج چل رہا ہو۔''

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے وہ اَشعار تو آپ نے سنے ہی ہوں گے جو اُنہوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی منقبت میں کہے ہیں، ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ   وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

''کبھی اور کہیں میری آنکھ نے آپ سے زیادہ حسن والا نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ جمال والا عورتوں نے پیدا ہی نہیں کیا۔''

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ   کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

''آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا کہ آپ ایسے پیدا فرمائے گئے ہیں کہ جیسا آپ چاہتے تھے۔''

یہ تو ہوا آپ کا ظاہری حسن اور ظاہری کمالات کا بیان ۔ رہا آپ کی سیرتِ طیبہ کا معاملہ تو یہ بیان سے باہر کی بات ہے ۔

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ

آپ غایت درجہ پاکیزہ عادات کے حامل تھے، آپ کی طرح پاکیزہ عادات و خصائل اور کسی کو عنایت نہیں کی گئیں، آپ کو زندگی میں جس جس سے واسطہ پڑا ہے وہ آپ کے بلند اَخلاق اور بہترین صفات سے ضرور متاثر ہوا ہے ۔ آپ نے ہر شخص کے ساتھ اُس کے شایانِ شان نہیں بلکہ اپنی شایانِ شان برتاؤ فرمایا ہے ہر دور میں ہر شخص کو آپ نے خوش رکھا (کفار و حاسدین کی بات الگ ہے) زندگی میں سب سے پہلے والدین یا اُن کے قائم مقام سے واسطہ پڑتا ہے، آپ کی والدہ ماجدہ تو بچپن ہی میں وفات پا گئیں تھیں اَلبتہ آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ جنہوں نے آپ کو دُودھ پلایا تھا حیات تھیں، آپ اُن کی بہت تعظیم فرماتے بہت محبت اور اِنتہائی عزت سے پیش آتے بڑی قدر فرماتے ۔

اِسی طرح جب آپ اپنے والد و دادا کی وفات کے بعد اپنے چچا اَبو طالب کے گھر پرورش پا رہے تھے تو اُس دوران باوجودیکہ آپ کا بچپن تھا اَبو طالب یا گھر کے دُوسرے اَفراد کو کبھی شکایت پیش نہیں آئی، چچا بھی خوش تھے، چچی بھی خوش تھیں، چچا زاد بھائی (حضرت علیؓ و جعفر طیارؓ) بھی خوش تھے، پورا گھرانہ آپ کی پاکیزہ خصلتوں کے باعث آپ سے خوش تھا ۔

آپ میں عام لڑکوں کی طرح جھگڑے لڑائی اور دُوسرے عیوب کا نام تک نہ تھا، آپ کی ذات میں سراسر شائستگی اور اچھائی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت جعفر طیارؓ بہت جلدی آپ پر اِیمان لے آئے کیونکہ بچپن سے آپ کی پاکیزہ سیرت سے متاثر تھے، خود اَبو طالب بھی آپ کے بہت مداح تھے، یہاں تک کہ آپ کی شان میں قصائد لکھے جو حافظ اِبن کثیرؒ نے بالتفصیل دیے ہیں گویا جہاں رہے ہیں جس کے پاس رہے ہیں وہ آپ کی تعریف و توصیف ہی کرتا رہا ہے ۔

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ دُودھ پینے کے زمانے میں آپ کی یہ عادت تھی کہ آپ ایک پستان کا دُودھ پیتے دُوسرا پستان اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیتے تھے، حق تعالیٰ نے اُس وقت

بھی قلبِ اَطہر میں وہ بات ڈال دی تھی جو عین اِنصاف کے مطابق تھی۔

بچپن اور لڑکپن کے بعد جب ایک اور دور آیا جس میں شرم و حیا، عقلمندی و ذہانت وغیرہ صفات کا اَندازہ ہوتا ہے تو اُس دور میں بھی آپ ہر صفت میں ممتاز رہے۔آپ جیسا شرم و حیا والا اِنسان اور کوئی نہیں تھا، آپ سب سے زیادہ باشرم اور باحیا تھے، زندگی بھر کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جو شرم و حیا کے خلاف ہو۔ایک مرتبہ کعبة اللہ کی تعمیر کے وقت حضرت عباسؓ کے اِصرار پر قدرے بے پردگی ہوگئی تھی، آپ فورًا نیم بے ہوش ہوگئے حتی کہ ستر ڈھانپا گیا۔

عقلمندی و ذہانت میں بھی آپ بے نظیر و بے مثال تھے، دُنیا بھر میں سب سے زیادہ عقلمند تھے، آپ کی ذہانت و عقلمندی کا اَندازہ اِس واقعہ سے لگا لیجیے کہ ایک دفعہ کعبة اللہ کی تعمیر کے موقع پر جھگڑا پیدا ہوگیا کہ حجر اَسود کو کون نصب کرے گا ؟ ہر قبیلہ والوں کی یہ خواہش تھی کہ یہ اعزاز اُسے ملے، کافی لے دے کے بعد چند شرائط مقرر کیں کہ جو شخص اِن شرائط پر پورا اُترے گا وہی حجر اَسود کو نصب کرے گا چنانچہ سرورِ کائنات علیہ الصلٰوة والسلام اُن کی مقرر کردہ شرائط پر پورے اُترے اِس لیے حجر اَسود کو نصب کرنا آپ کے ذمہ ٹھہرا۔آپ اُس حجر اَسود کو اپنے دستِ پاک سے اُٹھا کر بھی نصب کر سکتے تھے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ آپ نے ایک چادر میں وہ سنگِ اَسود رکھا اور پھر سب سے وہ چادر پکڑوائی اور سب مِل کر وہ حجر اَسود جائے نصب تک لے گئے آپ کی اِس تدبیر سے جو جنگ و جدال کے بادل منڈلا رہے تھے چھٹ گئے، اِس طرح سے تمام قبیلے والوں کو حجر اَسود نصب کرنے کا اِعزاز ملا، آپ کی اِس تدبیر سے سب خوش ہوئے اور سب نے آپ کی ذہانت و عقلمندی کی تعریف کی تو دُوسری صفات وکمالات کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ کی غایت درجہ عقلمندی و ذہانت بھی مسلّم تھی آپ بہترین صفات کے مرقع تھے، آپ کی ذات میں حسنات ہی حسنات تھیں، لڑکپن سے آخر تک جملہ عادات نیک اور پاکیزہ تھیں۔

ایک مرتبہ آپ اپنے چچا اَبو طالب کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے، راستہ میں ایک پہاڑی کے قریب پڑاؤ ڈالا، یہاں یہ لوگ پہلے بھی پڑاؤ ڈالا کرتے تھے اُس پہاڑی پر ایک راہب رہا

کرتا تھا لیکن وہ اپنے گرجے سے کبھی نہ نکلا کرتا تھا اِس دفعہ وہ خود بخود اِس قافلے کے پاس اُتر کر آیا اور آپ کی وجہ سے تمام قافلہ والوں کی دعوت کی، سب کو ایک درخت کے نیچے بٹھلایا آپ اُس وقت کسی کام پر تشریف لے گئے تھے، واپس آئے تو سایہ میں جگہ نہ پائی اِس لیے دھوپ ہی میں بیٹھ گئے گویا جہاں جگہ مِلی وہیں تشریف فرما ہوئے، جب آپ دھوپ میں بیٹھے تو درخت کا سایہ آپ کی طرف آ گیا اِس لیے اَبو طالب سے کہا کہ آپ اِن کے سر پرست ہیں آپ اِنہیں آگے سفر میں ساتھ نہ رکھیں بلکہ واپس بھیج دیں اور اِن کا خیال رکھا کریں یہ نبی ہیں، بعض دُوسری قوموں کے لوگوں کے دِلوں میں اِن کے خلاف شر اور دُشمنی ہوگی، کہیں وہ کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں، میں نے دیکھا ہے کہ آپ کو تمام درختوں اور پتھروں نے سجدہ کیا ہے اور یہ نبی ہی کو سجدہ کیا کرتے ہیں چنانچہ اَبو طالب نے اُس راہب کی بات مان لی اور آپ کو وطن واپس بھیج دیا۔

ہر شخص آپ کی فضیلت اور برتری کا معترف تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خوبیاں اور حسنات دیکھ آپ کی بیوی بنیں اور آخر تک آپ کی معترف رہیں، بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خوبیاں اِس طرح بیان فرماتی ہیں کہ آپ ناداروں کی اِمداد فرماتے ہیں، پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت کرتے ہیں، بڑوں کا اِحترام فرماتے ہیں، چھوٹوں پر شفقت فرماتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری کائنات پر برتری بخشی تھی، خدا کی تمام مخلوق میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں، آپ ہر حیثیت سے بالاتر ہیں۔

مذکورہ بالا دو حدیثوں میں جو مشکوۃ شریف میں بحوالہ بخاری شریف اور ترمذی شریف مذکور ہیں آپ کی اِن عاداتِ مبارکہ کا ذکر ہے جن کا تعلق بندوں سے ملنے جلنے اور اُن کے ساتھ معاملہ سے ہے اِس کا نام اَخلاق ہے اور قرآنِ کریم میں اِرشاد ہے ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ یقیناً آپ بڑے اور بلند اَخلاق پر پیدا فرمائے گئے ہیں۔

۞ ۞ ۞

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۹ (قسط: ۲، آخری)

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

اعلیٰ اَخلاق کا معلم

سرمایہ پرستی کا دُشمن ۔ اِنسانیت کا حامی ۔ شرافت کا علمبردار

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

فطرتِ اِنسان :

کسی ایک شہر یا کسی ایک مُلک کے اِنسان کو نہیں بلکہ دُنیا کے کسی گوشے کے کسی اِنسان کو لیجیے وہ کالا ہو یا گورا، عربی بولتا ہو یا اَنگریزی، اُردو ہو یا ہندی اُس کو خاندان کے رشتہ داروں سے الگ کر دیجیے، وہ اگر تنہا ہوگا تو ہزاروں میں کوئی ایک دو ہی ایسا ہوگا جو اِس تنہائی میں بھی عالی شان محل، اعلیٰ قسم کی کوٹھی یا قیمتی لباس کو تلاش کرے گا، تنہا آدمی کو کسی چیز کا شوق تو کیا ہوتا اُس کو خود اپنی زندگی وبال معلوم ہونے لگتی ہے، شوق کی چیزوں سے اُسے وحشت ہوتی ہے، آراستہ مکان کے بجائے جھونپڑی اُسے بھلی معلوم ہوتی ہے جو درختوں کے جُھنڈ یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو تانبے، پیتل، چینی یا بلوری برتن

اُسے زہرِ خند ۱؎ معلوم ہوتے ہیں، معمولی پتیلی بلکہ مٹی کا ہنڈیا، لکڑی یا لوہے کے تسلے، مٹی کے بدھنے، لوٹے، لٹیا یا تو مڑے سے کھانے پینے کی ضرورتیں پوری کرتا ہے اور اُنہیں کو کافی سمجھتا ہے، وہ پیٹ بھرنے کے لیے کسی شکار کے اَدھ کچرے گوشت ورنہ کسی درخت کے پھل کو غنیمت سمجھتا ہے، مسہری صوفا سیٹ یا چارپائی اُس کو بیکار معلوم ہوتی ہے فرشِ زمین اُس کا بستر ہو جاتا ہے، اعلیٰ قسم کے لباس سے بھی اُس کو نفرت ہوتی ہے۔

یہ بیوی بچے ہی ہیں جو اُس کی طبیعت میں آرام دہ مکان اور عمدہ قسم کے فرنیچر کی طلب پیدا کرتے ہیں، سردیوں میں لحاف، توشک اور گرم کپڑوں کی تلاش ہوتی ہے وہ اپنے ہم پیشہ اور ہمسر پڑوسیوں کی نظر میں حقیر رہنا پسند نہیں کرتا تو اپنا مکان، سامان، لباس اور پوشاک بہتر بنانا چاہتا ہے، بچوں کے لیے بھی وضع کے مطابق اچھے کپڑے اور شوقین مزاج ہے تو فیشن کے مطابق ڈریس تیار کراتا ہے بلا شبہ بال بچے اور اہل و عیال اِنسان کی طبیعت میں بخل پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ دُوسروں کو بخشش کرنے کے بجائے اپنے بیوی بچوں کی ضرورتوں کو مقدم رکھنے لگتا ہے ننھے بچے اِس میں یہ کمزوری بھی پیدا کر دیتے ہیں کہ اُس کو اپنی جان زیادہ پیاری ہو جاتی ہے وہ خطرے کے موقع سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے کہ اگر کسی فوجداری کیس میں سزا ہو جائے تو وہ جیل میں ہوگا اور بچے گھر پر بھوکے رہیں گے اگر بلوہ میں جان جاتی رہے تو اُس کی بیوی بیوہ اور بچے یتیم اور بے یار و مددگار رہ جائیں گے اُن کا مستقبل برباد ہو جائے گا، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ بال بچے اُس میں اِیثار پیدا کرتے یں اہل و عیال کی پرورش اُس کی زندگی کا مقصد بن جاتی ہے لہٰذا وہ تن پروری چھوڑتا ہے راحت و آرام کو قربان کرتا ہے، خدمتِ خلق کا پہلا باب یہ ہے کہ بیوی یا کوئی بچہ بیمار پڑتا جاتا ہے تو وہ رات کی نیند حرام کر لیتا ہے جاگنے کی تکلیف برداشت کرتا ہے تاکہ بیوی کو آرام پہنچا سکے یا بچے کو لوری دے کر سُلا سکے۔ اچھے مکان، عمدہ فرنیچر، اعلیٰ لباس کی طلب اُس میں بڑھ جاتی ہے مگر اپنے لیے نہیں بیوی بچوں کے لیے، وہ اپنی رفیقۂ حیات یا اپنے عزیز بچوں کو عالی شان محل، شاندار کوٹھی اور بہترین باغیچہ میں رکھنا چاہتا ہے، عموماً یہی اُس

۱؎ وہ ہنسی جو غصہ، ناگواری یا شرمندگی سے ہو۔

کا مقصدِ حیات بن جاتا ہے، اُس کی یہ محبت، یہ خوشی اور زندگی کا یہ نصب العین اگرچہ اِنفرادی ہے اور خاص اپنے گھر کے حلقے میں محدود ہے، مگر کیا اِس سے تمدن میں اِضافہ نہیں ہو رہا ؟ شہریت کی عمارت بلند نہیں ہو رہی ؟ صنعت وحرفت کی سطح اُونچی نہیں ہو رہی ؟ اور اِنسانی دماغ نئی اِیجادات میں مصروف رہ کر مُلک ، وطن اور قوم کو آگے نہیں بڑھا رہا ؟

بزدلی کی کوکھ سے دفاع کا جنم :

بیشک محبوبۂ حیات اور ننھے بچوں کی محبت نے اُس کو بزدل بنادیا وہ اپنی حفاظت کا زیادہ اہتمام کرنے لگا اُس کو اپنی زندگی سے جو پیار پہلے تھا اَب وہ بڑھ گیا، اگر کسی وقت بال بچوں پر آنچ آئے تو کیا اُس کے دِل کی تڑپ یہ نہ ہوگی کہ وہ اپنے اہل وعیال کی جان اور اُن کی آبرو بچانے کے لیے اپنی جان قربان کر دے، یہ جذبہ دفاع کی پہلی منزل ہے جو اُس کو دفاع کی آخری منزل کا راستہ بتاتی ہے کہ وہ اپنی قوم، وطن اور ملک کی حفاظت کے لیے ہنسی خوشی جان دینے کے واسطے تیار ہو جاتا ہے اور اُس کو معمولی بات سمجھنے لگتا ہے کہ اپنی دولت خرچ کر کے یا اپنے ذرائع کام میں لاکر وطن اور ملک کی دفاعی طاقت کو مضبوط کرے۔

سماج وتمدن کی بنیاد :

آپ نے دیکھا قرابت، رشتہ داری اور خانگی کے نظام کا اَثر صرف ایک فرد کی اِنفرادی زندگی تک محدود نہیں رہا وہ آگے بڑھا اور تعمیر وترقی کے ہر ایک شعبہ پر چھا گیا۔ یہ تمام شاخیں اُسی جڑ کی ہیں جس کو قرآن نے نَسَبْ [1] اور صِھْر [2] کہا ہے یعنی صلبی اَولاد کا سلسلہ ہو کہ اِنسان کے بچے ہوں یا اُس کے ماں باپ کی اَولاد ہوں یا اَزدواجی رشتہ ہو کہ اُس کا کوئی داماد ہو یا یہ کسی کا داماد ہو، یہ سب اللہ تعالیٰ کے وہ اِنعامات ہیں جو صرف اَفزائش نسل کا ذریعہ نہیں بلکہ اِنسانی سماج کے پورے تمدن کی اَصل بنیاد ہیں۔ بڑے بڑے شہروں کی سر بکف عمارتوں، عالی شان محلات کی اُونچی اُونچی برجیوں اور بڑی بڑی فیکٹریوں کی دیو قامت چمنیوں کی تمام بلندیاں آبادیوں اور شہروں کی چہل پہل، بازاروں اور

[1] نسبی سلسلہ [2] سسرالی سلسلہ

منڈیوں کی تمام رونق اِن سب کی بنیاد اُس اِینٹ پر ہے جس کو فیملی، خاندان، گرہستی یا عیال داری کہا جاتا ہے جس کو قرآن نے نَسَبْ اور صِہْر کے دو لفظوں سے تعبیر کیا ہے۔آپ عیال داری کے بار کو ہلکا کرنا چاہتے ہیں، آپ نسب اور صہر کی نعمت کو ٹھکراتے ہیں تو آپ تعمیر وتمدن کی یہ جنت اپنے ہاتھوں سے برباد کر رہے ہیں۔

آج جو لوگ ملکیت کو ختم کر کے خاندانی سلسلہ کو غیر فطری قرار دے رہے ہیں، کیا وہ ایسی زندگی کو دعوت نہیں دے رہے ہیں جہاں تمدن کا نام ونشان نہ ہو اور اِنسان وحشی جانور کی طرح پہاڑوں اور جنگلوں کو اپنا مسکن بنائے۔ اگر مادر پدر سے آزاد کر کے بچوں کی پرورش جنرل وارڈوں میں ہونے لگے تو اُن کی اگلی یا اگلی سے اگلی نسل کی دلچسپیاں صرف جنسی خواہشات میں محدود ہوجائیں گی جن کو وہ آبادیوں کی بجائے جنگلوں میں آزادی سے پورا کر سکیں گے۔

ممکن ہے کوئی صاحب اِسی کو فطرتِ اِنسانی قرار دیں مگر پہلے اُن کو اِس بات کا ثبوت دینا ہوگا کہ اُن کے دماغ میں خلل نہیں ہے اور اُن کا مزاج صحیح ہے۔ یرقان زدہ سفید کو زرد ہی دیکھتا ہے لیکن یہ اُس کی نظر کی خرابی ہوتی ہے، بیمار آدمی میٹھے کو کڑوا کہنے لگے تو اِس سے مٹھاس کی فطرت نہیں بدل جاتی، دُنیا ایسے مریض کی تصدیق نہیں کرے گی بلکہ اُس کو علاج کرنے کا مشورہ دے گی اور اُس کے حق میں سب سے بڑی خیر خواہی یہی ہوگی کہ اُس کو کسی نرسنگ ہوم میں داخل کیا جائے۔

رشتہ داری کی اہمیت اور خاتمہ ٔملکیت کے تمدن کُش نتائج :

(۱) ''رحمٰن'' اللہ کا نام ہے (بہت مہربانی کرنے والا) قرآنِ پاک کی سب سے پہلی سورت میں ﴿رَبِّ الْعٰلَمِیْن﴾ کے بعد ﴿اَلرَّحْمٰنْ﴾ ہی آیا ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کسی بھی اچھے کام کو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھی جاتی ہے تو ''اللہ'' کے ساتھ یہ نام ''الرحمٰن'' بھی لیا جاتا ہے ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ قرآن کریم میں ہر سورت کے شروع میں ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ لکھی جاتی ہے اور تلاوت کے وقت پڑھی جاتی ہے، ''رحم'' کے معنی مہربانی ہیں اور عربی میں رشتہ داری کو بھی رحم کہا جاتا ہے ''ذی رحم'' رشتہ دار۔ آنحضرت ﷺ نے لفظ

''رحمٰن'' کو درخت سے تشبیہ دیتے ہوئے نہایت ہی لطیف اور مؤثر پیرایہ میں رحم اور قرابت کی وہ حیثیت بیان فرمائی ہے جو اِسلامی تعلیمات میں اِس کو حاصل ہے، بڑے درخت کی جڑ میں بھی شاخیں ہوتی ہیں جن کو ''بیل'' کہا جاتا ہے، یہ زمین کے اَندر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور اِن کا جال دار سلسلہ زمین کی رگوں میں گندھا ہوا دُور تک چلا جاتا ہے۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا اَلرَّحِمُ شِجْنَۃٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ یعنی لفظ رحمٰن کو ایک درخت فرض کیا جائے تو یہ سمجھو کہ رحم اور قرابت اُسی درخت کی جال دار بیل ہے۔ اِس کی تفسیر یا تاثیر خود آنحضرت علیہ السلام کے الفاظ میں یہ ہے :

مَنْ وَصَلَکِ وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَکِ قَطَعْتُہٗ (بخاری شریف رقم الحدیث : ۵۹۸۸)

''جو تجھ سے جڑے میں اُس سے جڑوں گا، جو تجھ سے توڑے، میں اُس سے توڑلوں گا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے رشتہ داری اور قرابت کو جو شجرِ رحمت کی ایک بیل ہے یہ ضمانت دے دی ہے کہ جو تجھ (یعنی رحم وقرابت) کو جوڑے گا اور اُس کے حقوق اَدا کرے گا اُس سے اللہ تعالیٰ بھی اِمداد واِعانت اور رحم وکرم کا رابطہ قائم رکھے گا اور جو رشتہ داروں سے توڑے گا اور اُن سے برا سلوک کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اُس سے اپنے فضل وکرم کا رابطہ منقطع کرے گا۔

زندگی کے دوسرے :

(۲) اِنسانی زندگی کا ایک سرا خالق سے جڑا ہوا ہے، دُوسرا مخلوق سے، جس کی اِبتداء ماں باپ سے ہوتی ہے۔ اِسلام کا حقیقت پسندانہ مطالبہ یہ ہے کہ اِنسان خالق کے حق میں اِنصاف اور خودداری سے کام لے (جو خالق نہیں ہے اُس کو خالق نہ قرار دے، جو خدا نہیں ہے اُس کے آگے گردن جھکا کر اپنی خودی کو ذلیل نہ کرے) دُوسری طرف ماں باپ کا اِحسان مان کر اِحسان کا بدلہ اِحسان سے دے۔

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ (سُورہ بنی اسرائیل : ۲۳)

''تمہارے رب نے یہ فیصلہ کردیا (اور یہ بات ٹھہرادی) کہ اُس (خالق) کے سوا
کسی کی بندگی نہ کرو اور یہ کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔''

اِس آیت کی اہمیت کا اَندازہ اِس سے ہوتا ہے کہ اِحسان بالوالدین کو مطالبہ توحید کے ہمدوش

کر دیا گیا ہے۔

(۳) اِحسان اور حسنِ سلوک کا سلسلہ ماں باپ سے بڑھ کر بہن بھائیوں اور تمام رشتہ داروں تک پہنچتا ہے اور اِسلام نے پڑوسیوں کا بھی وہی حق مقرر کیا ہے جو رشتہ داروں کا، فرق صرف یہ ہے کہ کچھ رشتہ دار وارِث بھی ہوتے ہیں اور پڑوسیوں کو ترکہ میں حصہ نہیں ملتا۔ (صحاح)

پڑوسی رشتہ دار بھی ہو سکتے ہیں اور اجنبی بھی، پھر کچھ اَجنبی (غیر رشتہ دار) وہ ہوں گے جن سے آپ کی دید و شنید ہے، آپ کے مجلسی دوست ہیں یا اُن سے کوئی اور تعلق ہے، قرآنِ حکیم نے اِن تمام تعلقات کو ایک لڑی میں پر و کر اِس خوبصورت تسبیح (مالے) کو عبادتِ خداوندی کی محراب میں آویزاں کر دیا ہے۔ عبادت صرف خدا پرستی کا نام نہیں رہا بلکہ اِن حقوق کا اِحترام بھی عبادت کا جزو بن گیا۔

سورۂ نساء کے رکوع ۵ آیت ۳۶ میں رُوحانی اور جسمانی تعلقات کا سنگم ملاحظہ فرمائیے :

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا o الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾ (سُورة النساء : ٣٦)

''اللہ کی بندگی کرو اور کسی چیز کو اُس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک رکھو، (اِسی طرح) قرابت داروں کے ساتھ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور پڑوسیوں کے ساتھ خواہ وہ رشتہ دار پڑوسی ہوں خواہ اَجنبی ہوں (جن سے خاندانی رشتہ نہ ہو) اِسی طرح پاس کے اُٹھنے بیٹھنے والے دوست (جو رشتہ نہیں رکھتے) اور اُن کے ساتھ جو مسافر ہوں اور وہ لونڈی غلام جو تمہارے قبضہ میں ہوں اُن سب کے ساتھ اِحسان اور اچھے سلوک سے پیش آؤ۔ اللہ اُن لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو اِترانے والے اور ڈینگیں مارنے والے ہیں، جو خود بھی بخیلی

کرتے ہیں اور دُوسروں کو بھی بخل کرنا سکھاتے ہیں اور جو کچھ خدا نے اپنے فضل وکرم سے دے رکھا ہے (اُسے خرچ کرنے) کے بجائے چھپا کر رکھتے ہیں (یاد رکھو) اُن لوگوں کے لیے جو ہماری نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں ہم نے رُسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

یہاں رشتہ اور قرابت کے حقوق و فرائض بیان کرنے مقصود نہیں ہیں، مقصد صرف یہ ہے کہ صرف سماج اور معاشرہ کا یہ گلدستہ جو حسین پھولوں سے آراستہ ہے، جو فطری طور پر تمدن اور تعمیر عالم کا سنگِ بنیاد ہے۔ اِسلام جو اَمن عالم اور صالح تعمیر و تمدن کو ایک اہم مقصد اور نصب العین قرار دیتا ہے اور فرد کی زندگی کو مطمئن اور خوشگوار بنانا چاہتا ہے اور اِس گلدستہ کو زیادہ سے زیادہ شاداب اور تروتازہ رکھنا چاہتا ہے۔

تعلقات اور مذہب :

''مذہب'' تعلقات کے سلسلہ میں بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے مذہب کا اِتحاد نہ ہو تو ایک دُوسرے کا وارِث بھی نہیں ہوتا، قانونِ اِسلام نہ کسی مسلمان کو غیر مسلم رشتہ دار کا وارث بناتا ہے، نہ کسی غیر مسلم کو مسلمان کے ترکہ کا مستحق قرار دیتا ہے لیکن جہاں تک قرابت اور رحم کا تعلق ہے وہ حسنِ سلوک کو ہر حالت میں لازمی قرار دیتا ہے، ماں باپ نے اگر آپ کی دعوت قبول نہیں کی تو اِس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ اِن حقوق سے بھی محروم ہو گئے جو زندگی میں اُن کو ماں باپ ہونے کی حیثیت سے ملنے چاہئیں ارشادِ خداوندی ہے۔

﴿ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ (سُورۂ لقمان : ۱۵)

''اگر ماں باپ تجھ سے اِس بات پر جہاد کریں (یعنی جملہ وسائل و ذرائع اور تمام طاقت صرف کر کے اِس بات پر اِصرار کریں کہ) کسی ایسے کو میرا شریک گردان لو

جس کا کوئی علم (کوئی ثبوت) تمہارے پاس نہیں ہے تو ماں باپ کی یہ بات نہ مانو اور اس سلسلہ میں اُن کی اِطاعت مت کرو، جہاں تک آپس کے معاملات اور رہن سہن کا تعلق ہے تم اُن کے ساتھ بھلی طرح اور دستور کے مطابق رہو جو ماں باپ کے ساتھ رہنے کا جانا بوجھا طریقہ ہے۔''

آنحضرت ﷺ جس شدت اور قوت کے ساتھ صلح آشتی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم دیا کرتے تھے اِس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کے تربیت یافتہ صحابہ حسنِ سلوک کو بھی اِیمان کا جزو سمجھنے لگے تھے اور یہ بات ذہنوں میں پختہ ہوگئی تھی کہ اِسلام سے برگشتہ[1] ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے حق میں بھی بدسلوکی پر اُتر آئیں۔ ایک طرف صلح اور آشتی چھوڑ کر مُلک میں فساد برپا کریں، تعمیر وتمدن کو نقصان پہنچائیں، دُوسری جانب خود اَپنوں کے گلے کاٹیں جیسا کہ ماضی میں یہ سب کچھ کرتے رہے تھے۔

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ﴾[2]

''اے مسلمانو ! اگر تم اِسلام سے برگشتہ ہوتے ہو تو کیا پھر ایسا نہ ہوگا کہ مُلک میں فساد برپا کرنے لگو اور رشتوں اور ناتوں کو توڑو (برادر کُشی کرو اور آپس میں ایک دُوسرے کا گلا کاٹو)۔''

آنحضرت ﷺ کی صلح پسندی اور بلا اِمتیاز دین و مذہب، رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور حقوقِ قرابت کی پاسداری اِس درجہ مشہور اور مسلّم تھی کہ رُومۃ الکبریٰ کے شہنشاہ (ہرقل) کے دربار میں خود اُس کی طلب پر جب قریش کے سربرآوردہ نمائندے پیش ہوئے اور اُس نے اُن سے دریافت کیا کہ محمد (ﷺ) جو نبوت کا دعوی کر رہے ہیں اور اُنہوں نے مجھے بھی اِسلام کی دعوت دی ہے وہ کیا بتاتے ہیں تو اَبوسفیان جیسے دُشمن اِسلام کا بھی بے ساختہ جواب یہ تھا :

يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ. (بخاری شریف رقم الحدیث : ۵۹۸۰)

---

[1] بدظن [2] سُورہ محمد : ۲۲

اَبوسفیان قریشِ مکہ کے سردار، آنحضرت ﷺ کے حریف تھے اِس گفتگو سے تقریبًا تین سال پہلے غزوۂ اَحزاب کے مشہور معرکہ میں اِسلام کے برخلاف عرب کی متحد فوجوں کی کمان اِنہیں کے ہاتھ میں تھی، جب شہنشاہ ہرقل نے اُن سے محمد ﷺ کی تعلیمات معلوم کیں تو جواب دیتے وقت اِس حقیقت کو کسی طرح بھی نہیں چھپا سکے کہ محمد (ﷺ) ہمیں نماز کی ہدایت کرتے ہیں اور ہمیں سچائی، پاکدامنی اور رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کی تعلیم دیتے ہیں۔

مختصر یہ کہ

(۱) خاتمۂ ملکیت اگرچہ ایک بسیط عمل ہے کہ ایک فرد کو آپ تہی دست کر دیتے ہیں مگر اِس کا نتیجہ ہمہ گیر تباہی، بربادی، وحشت اور بربریت ہے۔

(۲) اہل وعیال اور خاندانی نظام اگرچہ ایک فرد کی زندگی کے لیے سکون ومسرت کا سامان ہوتا ہے مگر فی الحقیقت وہ پورے تمدن کے لیے سنگِ بنیاد ہے۔

اِسلام کی دُور رس نگاہ نے اِس کی اِفادیت کو پوری طرح محسوس کیا اور اِس وجہ سے اُس نے رحم اور قرابت کو وہ حیثیت اور اہمیت بخشی کہ مطالبہ توحید کے بعد سب سے پہلا مطالبہ یہ ہے ﴿بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ اور اعلان یہ ہے، جو رشتہ داروں سے جوڑتا ہے وہ خدا سے جوڑتا ہے جو اِن سے توڑتا ہے وہ خدا سے توڑتا ہے۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

قسط : ۲۴

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

اَٹھاروان سبق : دُعاء

جب یہ بات یقینی ہے اور مانی ہوئی ہے کہ اِس دُنیا کا سارا کارخانہ اللہ ہی کے حکم سے چل رہا ہے اور سب کچھ اُسی کے قبضہ اور قدرت میں ہے تو ہر چھوٹی بڑی ضرورت میں اللہ سے دُعا کرنا بالکل فطری بات ہے اِسی لیے ہر مذہب کے ماننے والے اپنی ضرورتوں میں اللہ سے دُعا کرتے ہیں لیکن اِسلام میں اِس کی خاص طور سے تعلیم اور تاکید فرمائی گئی ہے قرآن شریف میں ایک جگہ اِرشاد ہے۔

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (سُورۃ المومن : ٦٠)

''اور فرمایا تمہارے پروردگار نے کہ مجھ سے دُعا کرو، میں قبول کروں گا۔''

دُوسری جگہ اِرشاد ہے :

﴿ قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ﴾ (سُورۃ الفرقان : ٧٧)

''کہہ دو کیا پرواہ تمہاری میرے رب کو اگر نہ ہوں تمہاری دُعائیں۔''

پھر دُعا کے حکم کے ساتھ یہ بھی اِطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت قریب ہے وہ اُن کی دُعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾[1]

''اور اے رسول ! جب تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو (اُنہیں بتاؤ) کہ میں اُن سے قریب ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارے تو میں اُس کی پکار سنتا ہوں۔''

[1] سُورۃ البقرہ : ١٨٦

اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ بھی بتلایا کہ اپنی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ سے مانگنا اور دُعا کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے بلکہ عبادت کی رُوح اور اُس کا مغز ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ دُعا عبادت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دُعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔

ایک دُوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''اللہ کے یہاں دُعا سے زیادہ کسی چیز کا درجہ نہیں۔''

اور اِسی لیے اللہ تعالیٰ اُس شخص سے ناراض ہوتا ہے جو اپنی ضرورتیں اُس سے نہ مانگے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ :

''اللہ تعالیٰ اُس بندے سے ناراض ہوتا ہے جو اپنی حاجتیں اور ضرورتیں اُس سے نہیں مانگتا۔''

سبحان اللہ ! دُنیا میں کوئی آدمی اگر اپنے کسی گہرے دوست سے یا اپنے کسی عزیز قریب سے بھی بار بار اپنی ضرورتوں کا سوال کرے تو وہ اُس سے تنگ آکر خفا ہوجاتا ہے لیکن اللہ پاک اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ وہ نہ مانگنے پر خفا اور ناراض ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ :

''جس شخص کے لیے دُعا کے دروازے کھل گئے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کو دُعا کی توفیق مل گئی اور اصلی دُعا کرنا جسے نصیب ہوگیا) تو اُس کے لیے اللہ کی رحمت کے دروازے کھل گئے۔''

بہرحال کسی ضرورت اور مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا جس طرح اُس کو حاصل کرنے کی تدبیر ہے اِسی طرح وہ ایک اعلیٰ درجے کی عبادت بھی ہے جس سے اللہ بہت راضی اور خوش ہوتا ہے اور اُس کی وجہ سے رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ یہ شان ہر دُعا کی ہے خواہ وہ کسی دینی مقصد کے لیے کی جائے یا کسی دُنیاوی ضرورت کے لیے مگر شرط یہ ہے کہ کسی برے اور ناجائز کام کے لیے نہ ہو، ناجائز کام کے لیے دُعا کرنا بھی ناجائز اور گناہ ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ دُعا جس قدر دِل کی گہرائی سے اور اپنے کو جس قدر عاجز اور بے بس سمجھ کر اور اللہ کی قدرت اور رحمت کے جتنے یقین کے ساتھ کی جائے گی اُسی قدر اُس کے قبول ہونے کی زیادہ اُمید ہوگی، جو دُعاء دل سے نہ کی جائے بلکہ رسمی طور پر صرف زبان سے کی جائے، وہ دراصل دُعا ہی نہیں ہوتی، حدیث شریف میں ہے کہ :

''اللہ تعالیٰ وہ دُعا قبول نہیں کرتا جو دِل کی غفلت کے ساتھ کی جائے۔''

اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر وقت کی دُعا سنتا ہے لیکن حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خاص وقتوں میں دُعا زیادہ مقبول ہوتی ہے مثلاً فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری حصے میں یا روزے کے افطار کے وقت یا ایسے ہی کسی اور نیک کام کے بعد یا سفر کی حالت میں خاص کر جب سفر دین کے لیے اور اللہ کی رضا کے لیے ہو۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دُعا کے قبول ہونے کے لیے آدمی کا ولی ہونا یا متقی ہونا شرط نہیں ہے، اگرچہ اِس میں شبہ نہیں کہ اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کی دُعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ عام لوگوں اور گناہگاروں کی دُعائیں سنی ہی نہ جاتی ہوں اِس لیے کسی کو یہ خیال کر کے دُعا چھوڑنی نہ چاہیے کہ ہم گناہگاروں کی دُعا سے کیا ہوگا۔ اللہ رحیم و کریم جس طرح اپنے گناہگار بندوں کو کھلاتا پلاتا ہے اِسی طرح اُن کی دُعائیں بھی سنتا ہے اِس لیے اللہ سے دُعا سب کو کرنا چاہیے، ابھی بتلایا جا چکا ہے کہ دُعا مستقل عبادت بھی ہے اِس لیے دُعا کرنے والے کو ثواب تو بہرحال ملے گا۔ اور اگر چند دفعہ دُعا کرنے سے مقصد حاصل نہ ہو تو بھی مایوس اور نا اُمید ہو کر دُعا چھوڑ نہ دینا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہماری خواہش کا پابند نہیں ہے کبھی کبھی اُس کی حکمت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ دُعا دیر سے قبول کی جائے اور بندے کی بہتری بھی اِسی میں ہوتی ہے لیکن بندہ اپنی نادانی کی وجہ سے اِس کو جانتا نہیں اِس لیے جلد بازی کرتا ہے اور مایوس ہو کر دُعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

اَلغرض بندے کو چاہیے کہ اپنی ضروریات اور اپنے مقاصد کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہی رہے، معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کس دِن اور کس گھڑی کی سن لے۔

رسول اللہ ﷺ نے دُعا کے متعلق ایک بات یہ بھی بتلائی ہے کہ دُعا ضائع اور بیکار کبھی نہیں ہوتی لیکن اُس کے قبول ہونے کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں : کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کو وہ چیز دینا بہتر نہیں سمجھتے اِس لیے وہ تو ملتی نہیں لیکن اِس کے بجائے کوئی اور نعمت اُس کو دے دی جاتی ہے یا کوئی آنے والی بلا اور مصیبت ٹال دی جاتی ہے یا اُس دُعا کو اُس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیا جاتا ہے (لیکن چونکہ بندے کو اِس راز کی خبر نہیں ہوتی اِس لیے وہ سمجھتا ہے کہ میری دُعا بیکار گئی) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دُعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنا دیتا ہے یعنی بندہ جس مقصد کے لیے دُعا کرتا ہے وہ تو اللہ اِس دُنیا میں اُس کو نہیں دیتا لیکن اُس کی اِس دُعا کے بدلے آخرت کا بہت بڑا ثواب اُس کے لیے لکھ دیا جاتا ہے، ایک حدیث شریف میں ہے :

"بعض لوگ جن کی بہت سی دُعائیں دُنیا میں قبول نہیں ہوئی تھیں جب آخرت میں پہنچ کر اپنی اُن دُعاؤں کے بدلے میں ملے ہوئے ثواب اور نعمتوں کے ذخیرے دیکھیں گے تو حسرت سے کہیں گے کہ کاش ! دُنیا میں ہماری کوئی دُعا بھی قبول نہ ہوئی ہوتی اور سب کا بدلہ ہمیں یہیں ملتا۔"

بہرحال اللہ تعالیٰ پر اِیمان رکھنے والے ہر بندے کو اللہ کی قدرت اور اُس کی شانِ کریم پر پورا یقین رکھتے ہوئے قبولیت کی پوری اُمید اور بھروسہ کے ساتھ اپنی ہر ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی چاہیے اور بالکل یقین رکھنا چاہیے کہ دُعا ہرگز ضائع نہیں جائے گی۔

جہاں تک بن پڑے دُعا ایسے اچھے الفاظ میں کرنی چاہیے جن سے اپنی عاجزی اور بے چارگی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبرائی ظاہر ہو، قرآن شریف میں ہمیں بہت سی دُعائیں بتلائی گئی ہیں اور اُن کے علاوہ حدیثوں میں بھی رسول اللہ ﷺ کی سینکڑوں دُعائیں آئی ہیں، سب سے اچھی دُعائیں قرآن و حدیث ہی کی ہیں۔

قسط : ۲۴

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

❁ ❁ ❁

﴿ آسمان سے اُترنے والے دسترخوان کا قصہ ﴾

حضرت عیسٰی علیہ السلام بنی اِسرائیل کی طرف بھیجے جانے والے اَنبیاء میں سب سے آخری پیغمبر ہیں، بنی اِسرائیل اِیمان باللہ اور اپنے دین کی تعلیمات سے بہت دُور ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے بنی اِسرائیل کی شریعت کے اَحکام تورات کی شکل میں حضرت موسٰی علیہ السلام پر اُتارے تھے لیکن بنی اِسرائیل تورات کی تعلیمات سے دُور ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام کو معجزات عطا کیے جو آپ کی نبوت کی صداقت کا ثبوت تھے اور آپ کو کتاب حکمت اور تورات واِنجیل کا علم سکھایا، حضرت عیسٰی علیہ السلام پرندوں کی شکل کے مجسمے بناتے پھر اُن میں پھونک مارتے تو اللہ کے حکم سے اُن میں رُوح پڑ جاتی، ایسے ہی آپ مُردوں کو زندہ کرتے اور نابیناؤں اور برص کے بیماروں کا علاج فرماتے جو اللہ کے حکم سے شفایاب ہو جاتے۔

اِن تمام معجزات کو دیکھنے کے باوجود بنی اِسرائیل کے بہت کم یہودی آپ کی رسالت پر اِیمان لائے، آپ پر اِیمان لانے والوں کو ''حواری'' کہتے ہیں، یہ حواری بنی اِسرائیل کے یہودیوں کے خلاف آپکے معاون اور مددگار رہتے تھے، ایک بار جبکہ حواریین آپ کے ساتھ روزے کی حالت میں بے آب و گیاہ صحرا میں گھوم رہے تھے تو حواریین نے آپ سے کہا :

﴿هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ﴾ (سُورۃ المائدہ : ۱۱۲)

''تیرا رب کر سکتا ہے تو اُتارے ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے۔''

آپ نے تعجبانہ اَنداز میں اُن سے کہا :

﴿ اِتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ (سُورۃ المائدہ : ۱۱۲)

''ڈرو اللہ سے اگر ہو تم اِیمان والے۔''

تم آسمان سے کھانا ملنے اور دسترخوان کا مطالبہ نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم آزمائش میں مبتلا کر دیے جاؤ، کیا تمہارے لیے وہ معجزات کافی نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے جاری کیے ہیں اور جنہیں تم دیکھ چکے ہو ؟ حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ تعالیٰ پر بھی اِیمان رکھتے ہیں اور آپ کی شریعت کی بھی تصدیق کرتے ہیں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ اُس دسترخوان سے کھانا کھائیں تاکہ ہمارے دلوں کو اِطمینان ہو اور ہمارے یقین میں اِضافہ ہو، چنانچہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے پرورد گار سے دسترخوان کے اُترنے کی درخواست کی۔

﴿ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ ج وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ﴾ (سُورۃ المائدہ : ۱۱۴)

''اے اللہ! رب ہمارے ! اُتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دِن عید رہے ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے واسطے، اور نشانی ہو تیری طرف سے، اور روزی دے ہم کو اور تو ہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دُعا قبول فرمائی اور کھانے پینے کی عمدہ اور لذیذ اَشیاء سے آراستہ دسترخوان اُتار دیا جس سے اُنہوں نے کھایا اور پیا اور اللہ تعالیٰ کے اِنعامات کا شکریہ اَدا کیا، جب اِس دسترخوان اُترنے کی اِطلاع اور لوگوں کو ہوئی تو بہت سے لوگ اللہ پر اِیمان لے آئے اور اُنہوں نے آپ کے نبی ہونے کی تصدیق بھی کی۔

ایک عیسائی کے خط کا جواب

زندگی کا مقصد

آخرت یعنی دوبارہ زندگی، جزاء وسزاء دُنیا میں ہو یا آخرت میں

صحیح مذہب کون سا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا مفتی جمیل اَحمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

جنابِ من ! سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی .

☆ آپ نے لکھا ہے کہ میں اِس شش و پنج میں سرگرداں رہتا ہوں کہ ہم سب کی زندگی کا مقصد کیا ہے اور اِس کو ہم کس طرح پورا کر سکتے ہیں ؟

اِس کے لیے طرح طرح کے مشغلے آپ نے بیان کیے مگر اُن سب کو خود ہی غلط قرار دے لیا کہ وہ تو جانوروں کو بھی حاصل ہیں پھر اِنسان کا کیا کمال ہوا ؟ صرف خدمتِ قوم کو آپ نے مقصدِ حیات قرار دیا ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ دُنیا میں جس قدر عام مخلوقات و موجودات ہیں وہ یا تو ''عرض'' ہیں کہ جن کا وجود مستقل الگ نہیں ہوتا کسی مستقل وجود والی چیز کے ساتھ تابع ہو کر ہوتا ہے جیسے لمبائی، چوڑائی، موٹائی، اُوپر ہونا، نیچے ہونا، دائیں بائیں آگے پیچھے ہونا، چمک دمک ،روشنی تاریکی، خوشبو بدبو، راگ ورنگ، وضع قطع، وغیرہ۔

دُوسری قسم ''جوہر'' ہے جو خود مستقل وجود سے موجود ہے، کسی دُوسرے کے تابع ہو کر نہیں بلکہ اَصل ہو کر ہے پھر یہ یا ''جمادات'' یعنی بے جان چیزیں ہیں جو بڑھتی نہیں رہتیں نہ خود سے حرکت کر سکتی ہیں جیسے پتھر، اِینٹیں، مٹی، پہاڑ، لوہا، وغیرہ اور یا ''نباتات'' ہیں جو جاندار تو نہیں مگر بڑھنے والی ہیں، چھوٹے سے بڑا ہونا اُن کی خاصیت ہے مگر اپنے اِرادہ سے حرکت نہیں کر سکتیں جیسے تمام درخت، گھاس، پودے وغیرہ یا ''جاندار'' ہیں جو بڑھنے والے بھی ہیں اور اپنے قصد و اِرادہ سے ہر

حرکت اور کام کر سکتے ہیں جیسے لاکھوں قسم کے جانور اور آدمی۔ پھر اِن جانداروں میں سے صرف ایک قسم ہے جس میں عقل و علم کا معتبر درجہ ہے جو اِس عام دُنیا میں ہے، وہ ہے ''اِنسان'' یہ علم و عقل فرشتوں اور جنوں کو بھی عطا ہوتی ہے مگر ایک خاص درجہ اِس کا ہے جو اِنسان کو اِن سے بڑھا دیتا ہے وہ آگے عرض ہوگا۔

یہ سب موجودات موجود و مخلوق ہونے میں تو یکساں ہیں مگر پھر ایک کو دُوسرے سے کمال کی صفتوں کی وجہ سے بڑی فضیلت حاصل ہے، مستقل وجود والی اَشیاء کو غیر مستقل وجود والی سے اور بڑھنے والی مستقل کو نہ بڑھ سکنے والی مستقل سے اور جاندار کو بے جان بڑھنے والی سے اور قصد و اِرادہ والی جاندار سے عقل والی جاندار مخلوق کو فضیلت حاصل ہے، کیونکہ یہ سب کمال کی صفتیں ہیں جس میں جو صفت ہوگی اُتنا ہی اُس میں کمال ہوگا، جس میں وجود اور مستقل ہونا، بڑھنا، قصد و اِرادہ سے حرکات و کام کرنا اور عقل و علم کے کمالات سب جمع ہوں گے لامحالہ وہ اُن سب سے افضل ہے جن میں کوئی ایک یا سب کمالات غائب ہیں لہٰذا سب سے افضل اِنسان کا ہونا ایک کھلی ہوئی عقلی بات ہے ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ﴾ بیشک ہم نے آدم کی اَولاد کو عزت بخشی ہے، قرآنی اِرشاد ہے۔

اب دُوسرا پہلو یہ دیکھنا ہے کہ اِن سب موجودات کے وجودِ دُنیوی کا مقصد کیا ہے ؟

تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اِنسان کے سوا اور سب قسم کی چیزیں یا اُن میں کی کوئی ایک قسم دُنیا سے ناپید ہو جائے تو اِنسان کی کوئی نہ کوئی حاجت، ضرورت، غرض اور فائدہ فوت ہو جاتا ہے، خواہ غذا کا ہو، دوا کا ہو، راحت و آرام کا ہو، بار برداری و سواری وغیرہ کا ہو، کوئی نہ کوئی کام اَٹک جاتا ہے لیکن اگر اِس کا عکس ہو کہ سب موجودات بدستور موجود رہیں اور اِنسان دُنیا سے بالکل ناپید ہو جائے تو اعراض، جمادات، نباتات، حیوانات کسی کا کوئی حرج نہیں، کسی کا کوئی کام نہیں اَٹکتا بلکہ سب خوش ہوں گے کہ اِنسان کی کاٹ تراش، خورد برد، مار دھاڑ، محنت و مشقت سے سب بچ گئے، اِس سے معلوم ہوا کہ سب مخلوقات تو اِنسان کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور سوائے چند پرہیزی چیزوں کے سب سے اُس کو کام لینے کا حق ہے اور خود اِنسان کسی اور مخلوق کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ماورائے مخلوق کسی

ذات کے لیے ہوسکتا ہے۔

اِس کے لیے مزید شہادت کہ اِنسان اِن میں سے کسی کے لیے نہیں اور سب اِنسان کے لیے پیدا کیے گئے ہیں ، اِس سے بھی حاصل ہوتی ہے کہ سوائے ''ڈارون'' وغیرہ کی گپ کے جس کا غلط ہونا آپ چاہیں گے تو کسی وقت ثابت کردیا جائے گا، تمام آسمانی مذہبوں کے نزدیک اِنسان کا وجود حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا ہے اور اُن کے دُنیا میں آنے سے پہلے سے یہ سب موجودات مخلوقات موجود تھیں اور کسی کی کوئی ضرورت اِنسان کے بغیر اَٹکی ہوئی نہ تھی، مگر اِنسان کو اِبتدائے پیدائش سے آخری سانس تک غذا، دوا، سردی گرمی سے بچاؤ اور وہ تمام حاجات وضروریات دے کر مخلوق کیا گیا جن کا اِن سب سے یا اِن میں کسی سے تعلق تھا بلکہ آدمی کا وجود بعد میں اور تمام چیزوں کا پہلے سے فرما دینا بتاتا ہے کہ دُنیا میں کسی معزز کے آنے ہی کے یہ سارے اِنتظامات پہلے سے تیار کردیے گئے تھے تاکہ اُس کو اپنے منصبی کام میں فراغت سے لگنا میسر ہوسکے اور وہ تشویشات کا شکار نہ ہوپائے، اُس کی تمام ضروریات پہلے سے موجود رہیں ﴿وَخَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے جو جو زمین میں ہے سب کا سب، قرآنِ مجید نے بتایا ہے۔

یہ آپ کا کہنا صحیح ہے کہ اِنسان کی زندگی کا مقصد نہ کھانا پینا اور اُن کے اَسباب و ذرائع کی کوشش کرنا ہے کہ یہ سب جانوروں بلکہ نباتات کو بھی حاصل ہے یہ کوئی اِمتیازی مقصد نہیں، نہ رہنے کے مکانات، نہ جنسی خواہشات، نہ لباس، نہ سواری، نہ ایسی اور ضروریات کہ سب جانور بھی کم وبیش اپنی اِن ضروریات میں لگے ہوئے ہیں، گو کچھ کچھ توجہ اِدھر بھی ضروری ہے کہ ضروریات تمام جانداروں کی طرح اِس کے ساتھ بھی لگی ہوئی ہیں مگر یہ کوئی حیات کا اصل مقصد نہیں ہوسکتا، گو اِس کو جو سب سے بڑھ کر اِمتیازی جوہر علم وعقل عطاء فرمایا گیا ہے یہ اپنے علم وعقل کے مناسب اِن ضروریات میں اوروں سے زائد عمدگی پیدا کرسکے گا، مگر یہ سب سے بڑھ کر مقصدِ حیات نہ ہوسکا کہ سب کو کم وبیش یہ باتیں حاصل ہیں۔

قومی ہمدردی یا قومی خدمت جس کو آپ اُس کا اِمتیازی مقصد قرار دے رہے ہیں وہ بھی کوئی

اِمتیازی چیز نہیں کیونکہ بہت سے جانور بھی اپنی قوم کی ہمدردی و خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں گو مرتبہ مرتبہ کا فرق ہو مگر یہ ایسا ہی فرق ہے جیسے اور ضروریات میں فرق ہوتا ہے، اِنسان کی زندگی جو دُوسروں کو میسر نہیں ہے اُس کا مقصد جو سب سے ممتاز ہو یہ بھی نہیں ہو سکتا اَب کوئی ایسی کمال کی بات تلاش کرنی ہے جو اور مخلوقات کو میسر نہ آسکے۔ جب اِنسان کی ضروریات سب سے وابستہ ہیں اور اِنسان سے کسی کی ضرورت وابستہ نہیں تو لامحالہ تمام مخلوقات سے بالا و اعلیٰ کسی ہستی سے اُس کو وابستگی ضروری ہوگی ورنہ بیکار محض قرار پائے گا، وہ یہ ہے کہ سب کے پیدا کرنے والے سے ہی اُس کا ربط قائم ہو اور یہ صرف اُسی کے لیے ہو، اُسی کے حکم کے موافق رہے، اُسی کی مرضی پر قائم ہونے کی کوشش کیا کرے، اُسی کو سمجھے پہچانے، سب سے نظر ہٹا کر اُسی پر نگاہ جمائے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ اور میں نے جنات اور اِنسانوں کو صرف اِس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ قرآن شریف نے اُس کی زندگی کا مقصد صرف یہی بتایا اور یہی اُس کا اِمتیازی مقصد ہو سکتا ہے جو کسی اور بے عقل جاندار کو حاصل نہیں، یہی اُس کی اعزازی شان کے مناسب ہے، یہی اُس کو سب سے بالاتر رکھ سکتا ہے، بس یہ ہے اِنسان کی زندگی کا مقصد اور باقی سب کام اِسی مقصد کی سہولت کے ذریعے ہیں۔

شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ کام تو فرشتوں سے بھی ہوتا ہے اور عالمِ بالا میں بھی ہو رہا ہے پھر اِس کے وجود کی کیا غرض ہوئی اور ہو بھی تو یہ غرض عالمِ بالا میں ہو سکتی تھی دُنیا میں ہونے کی اِس کو کیا ضرورت تھی، فرشتوں کی طرح وہیں عبادت کیا کرتا یا یہ نہ ہوتا فرشتے ہی عبادت کرتے۔

تو بات یہ ہے کہ عبادت کے بھی درجے ہیں: ایک تو عبادت وہ ہے کہ کوئی تصادم یعنی کسی سے ٹکراؤ اور اُس کے لیے رُکاوٹ نہ ہو، فرشتوں کی عبادت اِسی قسم کی ہے کیونکہ شیطان تو عالمِ بالا سے نکال دیا گیا ہے اور نفس اُن میں ہے ہی نہیں اِس لیے کہ نفس نام ہے اُن شریر قوتوں کے مجموعہ کا جو عناصرِ اَربعہ آگ مٹی پانی ہوا کے اَندر تھیں کہ مٹی کا ہر شے کو ہضم کر لینا، آگ کا جلا پھونک دینا اور سربلندی، پانی کا ہر نشیب میں چلا جانا ہر رنگ میں رنگا جانا، ہوا کا دُور دُور تک پھیلنا خوشبو سے خوشبودار، بد بو سے بودار ہو جانا، پھر اِن عناصر سے مرکب چیزیں اگر یہ سب یکجا ہو جائیں تو اُس مجموعی قوت کو ''نفس'' کہتے

ہیں۔ فرشتے نہ عناصر سے بنے ہوئے ہیں نہ اُن میں نفس ہوسکتا ہے اِس لیے اُن کی عبادت کے لیے کوئی ٹکراؤ، رُکاوٹ تصادم نہیں ہے، تو یہ کوئی کمال کی عبادت نہیں، کمال کی وہ ہے جو تصادم کے ساتھ ہو اُس پر غلبہ پا کر ہو جیسے اَندھے کا بری چیز کو نہ دیکھنا، بہرے کا بری بات نہ سننا، گونگے کا بری بات نہ کہنا، اَپاہج کا بری جگہ نہ جانا، ہیضہ والے کا دُوسرے کا حلوا نہ کھانا، بچے یا نامرد کا محرم کو نہ دیکھنا، کمالات نہیں ہیں، کمال اُس کا ہے جو تندرست ہو، جوان و پہلوان ہو، اُس کی ہر خواہش و حاجت جوش پر ہو پھر وہ کوئی بری بات نہ کرے، آدمی میں تو نفس اِنتہائی شریر بھی ہے اور شیطان بھی ہر وقت ورغلاتا رہتا ہے، اُس کا عبادت کرنا اور بدیوں سے بچنا اُن دونوں پہلوانوں کو زیر کر کے خود غلبہ پا کے کرتا ہے، یہ بہت بڑے کمال کی چیز ہے اِس لیے اُس کی عبادت فرشتوں کی عبادتوں سے بدرجہا بلند پایہ عبادت ہے جو فرشتوں سے ہونی ممکن ہی نہیں لہٰذا اُس کی زندگی کا مقصد نہایت اعلیٰ پایہ کی وہ عبادت ہے جس سے فرشتے عاجز ہیں اور چونکہ نفس و شیطان اِسی دُنیا میں تھے اُن سے تصادم یہیں ہو کر ہوسکتا ہے اور پھر عالمِ بالا بدیوں کی جگہ نہیں ہے اِس لیے اِسی اِمتحان گاہ میں اِنسان کا وجود ہونا ضروری تھا، اِنسان اور جنات کو اِسی عالَم میں رکھنا ضروری ہے پھر جنات میں آگ کا عنصر زائد ہے اور دُوسرے عناصر کم ہیں، اِنسان میں سب کا اِمتزاج ہو کر ایک مزاج ہے جو اِعتدالی ہے اور اہلِ عقل ہے اِن سے یہ بڑھ کر ہوا اِس کے نظر آنے اور جنات کے نظر نہ آنے سے اِس میں سب عناصر کا اِعتدالی ہونا ظاہر ہے اِس لیے یہ اُن سے اَفضل ہوا اور اَنبیاء اَفضل میں سے مبعوث ہوتے ہیں اُن میں کوئی نبی نہیں بنایا گیا ہے اِنسانوں میں سے نبی ہوئے ہیں۔

اِتنی عالی شان مخلوق کو اِس قدر عالی شان کام کے لیے جب دُنیا میں بھیجا گیا تو جیسے ہم کسی کو کام کے لیے کہیں بھیجتے ہیں تو سفر و قیام کی تمام ضروریات فراہم کردیتے ہیں، اِنسان کے لیے بھی تمام ضروریات اُس کے دُنیاوی وجود سے پہلے فراہم ہوگئی تھیں، اَب اگر یہ اصلی کام یعنی زندگی کے مقصد میں لگتا ہے تو اُس کو سب موجودات سے نفع اُٹھانے کا حق ہے ورنہ اُس کو کوئی حق نہیں اور ظاہر ہے کہ جو اِن ضروریات میں خوب خوب مشغول ہوگیا اور بالکل اَصل کام نہ کیا یا کم کیا تو واپسی پر اِنعام کا نہیں

سخت ترین سزاء کا مستحق ہونا لازمی ہے بلکہ جب اُس نے حتی المقدور ہمیشہ کے لیے کرنے کے قصد سے دُوری و مخالفت اِختیار کی اور جن کے اِستعمال کا حق نہ تھا ہمیشہ ناحق اِستعمال کرنا چاہا اور بے دھڑک کیا تو اُس کی سزا بھی ہمیشہ تک ہونی ضروری و اِنصافی ہے، پھر آخر وقت تک کام کی گنجائش دے کر واپسی پر ہی پوری سزاء و جزاء ہونی قرینِ عدل و اِنصاف ہے (بلکہ شفقتِ عظیمہ ہے کہ زندگی کے آخری لمحہ تک کام کی اور تلافیٔ مافات کی گنجائش دے دی) اِسی لیے اِس دُنیا میں ایسے شدید جرم کی شدید ترین سزا جو اُس کے موافق تھی اَبدی تھی نازل ہی نہیں کی گئی، وہ سزا بھی ہمیشہ کی اُسی اصلی مقام پر ہوگی جہاں سے اُس کو بھیجا گیا تھا مگر معمولی معمولی گوشمالیاں الگ چیز ہیں۔

ایسے ہی جس نے اِن سے حسبِ ضرورت کام لیا اور اپنے اصلی مقصد کو پوری طرح اور ہمیشہ تک اَنجام دینے کے قصد سے پوری کوشش سے کام کیا، اُس کا اَجر و اِنعام بھی ہمیشہ کے لیے ہونا عدل و اِنصاف ہے (کہ ہمیشہ کے عزم و قصد سے ''جرم'' و ''اِطاعت'' ہمیشہ کے ہی ''اَجر و سزاء'' کی مستحق ہے اور جب یہ عالَم اور یہ زندگی ہمیشہ کے لیے نہیں تو یہاں کی کوئی سزا و جزاء بھی ہمیشہ کے لیے نہیں ہوسکتی) ﴿خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا﴾ ہمیشہ کے لیے اُس میں رہیں گے قرآنِ مجید نے دونوں قسم کے لوگوں کے لیے فرمایا ہے کہ ہمیشہ کے قصد سے مقصد کے موافق زندگی گزارنے والے کے لیے ہمیشہ کے اِنعامات اور ہمیشہ کے قصد سے مقصد سے دُور اور مخالف ہو کر اور کام کی ضرورت کی چیزوں کو ہی مقصد بنا لینے اور اُن میں منہمک ہو جانے والے کو ہمیشہ کا عذاب ہوگا۔ اور یہ چیز تو عقل کے بالکل خلاف ہے کہ مقصد کے مخالف کے لیے کسی چیز کو کفارہ قرار دینے سے کھلی چھٹی دے دی جائے کہ جس قدر جرم چاہے کر لے کچھ نہ ہوگا۔

☆ دُوسری، تیسری بات آپ نے لکھی ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے آپ قائل نہیں ہیں، نہ وہاں کی جزاء و سزاء کے۔

تو جناب یہ بات بھی خوب غور کرنے کی چیز ہے، ''آدمی'' نام ہے رُوح اور جسم کے مجموعہ کا اور دونوں میں سے اَصل چیز رُوح ہے، جب آدمی میں رُوح نہیں رہتی تو وہ بالکل جمادات کے موافق

ہو جاتا ہے، کوئی وصف اور کوئی کمال باقی نہیں رہتا بلکہ کسی کام کا نہیں رہتا، ہرقوم کسی نہ کسی طریقہ پر اُس کو اپنے درمیان سے اَلگ کر کے دفن کر دیتی ہے اور بعض قومیں تو جانوروں کو کھلا دیتی یا آگ میں جلا ڈالتی ہیں اور جب تک رُوح باقی ہے گو بیماریوں سے بے اِنتہاء کمزور ہی ہو وہ بے کار نہیں قرار دیا جاتا ہاتھ کٹ جائیں، پاؤں کٹ جائیں، آنکھیں جاتی رہیں، کان پٹ ہو جائیں، عقل رُخصت ہو جائے، بالکل دیوانہ ہو جائے، کسی کام کا بلکہ کسی غذا دواء کے بھی قابل نہ رہے مگر رُوح اُس میں ہو تو آدمی رہتا ہے، علاجات ہوتے رہتے ہیں، بس رُوح نکلی اور آدمی ہونے سے نکل گیا۔ تو اصل آدمی رُوح ہے جسم نہیں، عقل وہوش نہیں، رُوح ہی اَصل ہے، جسم تو رُوح کے لیے ایسا ہی ایک لباس ہے جیسے جسم کے لیے سردی گرمی کا لباس کہ سردی رُخصت ہوئی اُس کا لباس رُخصت ہوا، گرمی کے لیے گرمی کا لباس آ گیا جیسا کہ عرض ہو چکا ہے کہ زندگی کے اَصل مقصد یعنی نہایت کمال کی عبادت کے لیے تصادم وٹکراؤ کی ضرورت تھی، وہ خواہشات کے مجموعہ یعنی نفس سے اور خواہشات کے مقام دُنیا ہی میں حاصل تھی جہاں شیطان بھی ہے تو اُس کو یہ جسم یعنی خواہشاتی لباس صرف یہاں کے اِس کام کے لیے عطا کیا گیا ہے، جب یہاں کا کام ختم ہو جائے گا نہ خواہشات کے بقاء کی ضرورت رہے گی نہ خواہشات کے لباس کی، اَب اگر ہو گی تو کسی اور لباس کی ضرورت ہو گی جو اِس کے علاوہ ہو گا۔

''موت'' نام ہے رُوح کے جسم سے اَلگ ہو جانے کا، تمام عالم پر نظر کیجیے ہر چیز میں یہی ہوتا ہے جب اُس کے اَجزاء اَلگ اَلگ ہو جاتے ہیں ہر ہر چیز اپنے اپنے موافق مقام وجگہ پر پہنچ جاتی ہے سائنسدان کہتے ہیں کہ پانی کے دو جز ہیں: آکسیجن اور ہائیڈروجن، جب تک دونوں ملے ہوئے ہیں ''پانی'' ہے، جب اَلگ اَلگ کر دیے پانی نہ رہا اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر جا پہنچتا ہے، ایسے ہی ''تخت'' نام ہے لکڑی کے پایوں تختوں لوہے کی کیلوں پٹیوں کا جب اِن کو اَلگ اَلگ کر دیں گے تخت ختم ہو کر لکڑی لوہا اَلگ اَلگ اپنے اپنے مقام پر چلے جائیں گے اور اِسی طرح ہر وہ چیز جو دو چار چیزوں سے مرکب کی ہوتی ہے جب الگ الگ اَجزاء کر دیے جائیں گے ہر جزء اپنے اپنے موقع ومحل پر چلی جائے گی، گویا ہر جز کے لیے اپنے موقع محل پر جانا لازمی ہے۔ رُوح وجسم بھی جب اَلگ ہوں گے اُن کو اپنے

اپنے موقع محل پر جانا ہوگا ، جسم تو عناصرِ اَربعہ سے بنا تھا اُن ہی میں کسی نہ کسی طرح اِس کو شامل ہونا ہے، اور رُوح اِس عالَم کی پیداوار اور عناصر سے بنی ہوئی نہیں ہے وہ عالَمِ بالا کی پیداوار ہے عناصر سے پاک ہے اِس کو الگ ہونے کے بعد اپنے ہی موقع و محل میں جانا ضروری ہے وہ عالَمِ بالا ہے اِسی کو '' آخرت '' کہتے ہیں جو اِنسان کی رُوح کا اَوّل و آخری عالَم ہے کہ لامحالہ وہ جسم سے ملنے سے پہلے کہیں نہ کہیں موجود ہوگی کہیں نہ کہیں بنائی گئی ہوگی ، وہیں جسم سے اَلگ ہونے کے بعد اُس کا پہنچنا لازمی اَمر ہے، یہی عالَمِ آخرت ہے یہی دُوسری زندگی ہے کیونکہ ایک عالیشان مخلوق یعنی آدمی کو لامحالہ ایک ایسا عالیشان زندگی کا مقصد عطا ہونا ضروری ہے جو دُوسری تمام مخلوقات سے اعلیٰ ہو وہ اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت اور وہ دُوسرے عبادت گزاروں سے حد درجہ کمال کی عبادت ہونی ضروری ہے جو تصادم سے کامل ہوتی ہے، تصادم کا موقع و محل عالَمِ عنصریات ہے، دُنیا ہے، اِس کام کے واسطے یہاں عارضی قیام ، مقصد کی تکمیل ، تصادم پر غلبہ حاصل کر کے کام کے لیے بھیجا گیا ہے، کام اور اِمتحان یعنی ٹکراؤ کا ہی یہ مقام ہے، آخری سانس تک کام کی گنجائش دینا ضروری ہے تو جزاء سزاء واپسی پر حساب مکمل ہونے پر ہی ہونی ضروری ہے، درمیان کی تنگی ترشی حقیقی سزائیں نہیں نہ فراخی و عیش حقیقی اِنعامات ہیں یہ سب معمولی باتیں ہیں، نہ یہاں سزائیں کامل نازل کی گئی ہیں نہ کامل اِنعامات، ردّی خانہ میں ہر چیز ردّی ہی پھینکی جاتی ہے۔

اَب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جب آدمی اپنے خالق کی عبادت کے لیے ہے تو کیا جس طرح بھی وہ اپنے خیال میں خالق کی تعظیم و عبادت تصور کرے، کافی ہے یا نہیں ؟

تو کھلی بات ہے کہ عقل ہر اِنسان کی کم و بیش اور مختلف ہوتی ہے، لامحالہ اُس کے تجویز کیے ہوئے عبادت و تعظیم کے طریقے بھی کم و بیش اور مختلف ہوں گے جس سے تمام دُنیا میں بے اِنتہا اِختلافات و تفریقات اور فتنہ و فسادات کا بازار گرم ہو کر زندگی کو پریشانیوں اور جھگڑے فسادات کا مرقع بنا کر چھوڑ دے گا۔

دُوسری بات یہ ہے کہ عقل کے اِختلافات اِس کی دلیل ہیں کہ صحیح طریق یقینی طور سے کسی کا

نہیں ہے اور بہت ممکن ہے کہ صحیح کو غلط اور غلط طریقہ کو صحیح باور کر لیا جائے اور تمام مشقت اُٹھا کر مفید نتیجہ کے بجائے خطرناک نتیجہ، بجائے کارِ ثواب کے کارِ عذاب بن جائے اِس لیے بالکل ضروری ہے کہ عبادات اور اُن کے طور طریق خود خالق کائنات کے بتائے ہوئے ہوں اور سب سے زیادہ مضبوط اور یقینی ثبوت سے ثابت ہوں ورنہ اِس کے بغیر صرف دھوکہ ہی دھوکہ بن کر رہ جائے گا اور بجائے نجات کے ہلاکت کا ذریعہ ثابت ہوگا، اُن ہی عبادات اور اُن کے طور طریق کا نام ''مذہب'' ہے جس کے لیے دو باتیں دیکھنی ضروری ہیں: ایک یہ کہ وہ آسمانی یعنی خدائی تعلیمات ہوں، دُوسرے یہ کہ ایسے مضبوط اور یقینی ثبوت سے ہم کو پہنچا ہوا ہو جس میں عقل کو تردّد کی گنجائش نہ رہے، جو طور طریق اور قواعد و قوانین اِس طرح کے ہوں گے صرف وہی اِنسان کی نجات و کامیابی کا ذریعہ اور اُس کی زندگی کے مقصد کو صحیح طریقے سے پورا کرنے والے ہوں گے، اِس سے رُوگردانی یا کسی غیر خدائی جعلی مذہب کی یا خدائی مگر بے ثبوت یا غلط یا بیکار ثبوت والے مذہب کی پیروی ہوگی تو گو وہ دُنیا اور مادّیات میں کتنی ہی ترقیات کا ذریعہ بن جائے، ہمیشہ کی (اَبدی) زندگی میں عذابات سے نجات کا سبب نہ ہو سکے گی، مادّیات کا سبز باغ اُس کے ذرا کام نہ آسکے گا۔

مذہب صحیح اور اصلی صرف وہی ہو سکتا ہے جس کا مدار اللہ تعالیٰ کی وحی پر ہو ورنہ جعلی اور دھوکہ و گمراہی کا ذریعہ ہے اور وحی اِلٰہی والا بھی وہی مذہب صحیح قرار پا سکتا ہے جس میں وحی اِلٰہی بعینہٖ محفوظ ہو، ذرّہ برابر ردّ و بدل نہ ہوا ہو، اور وہ اِس قدر قوی ترین ثبوت سے موجود ہو کہ اُس میں تردّد کی گنجائش عقل کو نہ مِل سکے۔

تمام آسمانی مذہبوں میں جو جعلی نہیں اصلی ہی مذہب میں پوری تحقیقات کر کے دیکھ لیجیے، سوائے اِسلام کے اور کسی کے پاس خدا تعالیٰ کی وحی بعینہٖ لفظ بلفظ حرکت بحرکت محفوظ نہیں، اور ایسی محفوظ کہ صرف کسی ایک مطبوعہ پر مدار نہیں ساری مطبوعات پر بھی مدار نہیں کہ کسی نے ردّ و بدل کے ساتھ کوئی چھاپ دی ہو، کسی میں کچھ کسی میں کچھ ہو بلکہ سینوں میں بھی محفوظ ہے جو ہر تغیر پر آتش بجاں ہو جاتے ہیں اور اِس دلوں کی چیز پر کسی ردّ و بدل والے کی دسترس نہیں ہو سکتی، اِس کے ہوتے کسی کا ردّ و بدل چل

نہیں سکتا، فوراً ہزاروں دار و گیر والے سر پھوڑنے کو موجود ہیں۔

پھر اَوّل دن سے آج تک ہر زمانہ میں اِتنے حافظ سینوں میں محفوظ کرنے والے ہوتے آرہے ہیں کہ عقل اُن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال سمجھتی ہے، یہی ایک پختہ ثبوت ہوسکتا ہے۔ تمام دُنیا میں نقلی چیزوں کے یقینی ہونے کی صرف یہی ایک دلیل ہے کہ ہر زمانہ میں اُس کے اِتنے بیان کرنے والے رہے ہوں کہ عقل اُن کا جھوٹا ہونا محال سمجھے، ساری دُنیا کی حکومتوں، شہروں، ریلوں، جہازوں اور بہت چیزوں کا یقین صرف اِسی ایک دلیل سے ہے کہ نقل کرنے والے اِس قدر ہیں کہ سب جھوٹے نہیں ہوسکتے، ایسے قوی ترین اَٹل ثبوت سے وحی اِلٰہی صرف اِسلام ہی کے پاس ہے اور کسی مذہب کے پاس نہیں۔ تو یہ صحیح بات ہوئی کہ دُنیا بھر میں آسمانی و خدائی مذہب صرف اِسلام ہی ہے اور کوئی مذہب رَدّ و بدل سے محفوظ اور ایسے پختہ ثبوت سے ثابت ہی نہیں بلکہ ذرا اِنصاف سے دیکھیے تو اور کوئی مذہب مذہب کہلانے کا حقدار ہی نہیں، دُوسرے آسمانی مذہبوں میں اصل وحی تو موجود ہی نہیں صرف ترجمے ترجمے ہیں جو اِنسانی کلام ہیں اُن کو خدا کا کلام کہنا ایک سخت تہمت ہے۔ دُوسرے یہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا کہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط ہے، کیونکہ نہ اصل کتاب دُنیا میں موجود، نہ اُس کی زبان اور نہ اُس زبان کے سمجھنے والے دُنیا میں موجود جو ہر ترجمہ کو اصل سے مِلا کر دیکھ سکیں کہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط ہے اور کچھ کا کچھ کر دیا گیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ اصل کتاب کے پورے مفہوم کو دُوسری زبان میں اَدا کر دیا ہو، گو اَصل کلام کی شوکت، بلاغت، عمدگی بالکل نہ ہوسکے مگر مفہوم تو پورا ہوسکے۔

لیکن واقعہ ہے کہ کلامِ خدا کے ہر ہر جملہ کے کئی کئی مفہوم بھی ہوسکتے ہیں، ترجمہ والا لامحالہ کسی ایک کو ہی لے سکتا ہے تو پورے مفہومات کا جامع ہونا ہی ممکن نہیں اِس لیے اِس کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے، ممکن ہے جو مفہوم اُس نے سمجھا ہے وہ صحیح نہ ہو، تو خدائی مفہوم ہی نہ ہوا تو اُس کو خدائی کہنا غلط ہوا، تہمتِ عظیم اور شدید خطرناک گناہ ہوا، اور اگر صحیح بھی ہو تو چند مفہوموں میں سے ایک ہوگا جو یقینی طور سے خدائی مفہوم نہیں کہلا سکتا، ممکن ہے مراد دُوسرا ہی مفہوم ہو۔

ممکن ہے کوئی یہ دعوٰی کر دے کہ ہمارے مذہب کی اصل کتاب کا نسخہ فلاں جگہ موجود ہے تو اِس دعوٰی پر بھی وہ یقینی ممکن نہیں ہوسکتی، ساری دُنیا میں نقلیات کی دلیل اَوّل سے آج تک نقل کرنے والوں کا تسلسل کے ساتھ موجود رہنا ہوتا ہے اُس کو یہ بات حاصل نہیں، یہ ایک بے دلیل دعوٰی ہوا جو قبول نہیں ہوسکتا۔

پھر ضروری ہے کہ اُس کے مجمل قانون کی تشریح وہی ذات کر دے جس پر کلام نازل ہوا ہے اور یہ بات کسی مذہب کو اِسلام کے سوا حاصل نہیں، یہاں نبی کی لاکھوں حدیثیں محفوظ آ رہی ہیں جن میں اُن اَحکامات کی تشریحیں ہیں اور معتبر ثبوت سے وہ ثابت ہیں، پھر جن نبیوں پر وحی نازل ہوتی ہے اُن کو قوم کے لیے عمل کا نمونہ بنایا جاتا ہے ورنہ کتاب بغیر نبی کے بھی نازل ہوسکتی تھی، اُن نبیوں کا ہر ہر فعل وقول دین کا عمل اور اِتباعِ دین کا نمونہ ہوتا ہے مگر ساری تاریخیں دیکھ لیجیے کسی نبی کیا دُنیا کے کسی شخص کے بھی تمام اَقوال، اَفعال، اَخلاق، معاشرت سیاست، معاملات، باہر والوں اور گھر والوں سے برتاؤ، ہر ہر حرکت وسکون کسی کا جمع شدہ نہیں سوائے پیغمبر اِسلام کے۔

اِس لیے تشریحات ونمونہ بھی صرف مسلمانوں کے ہی پاس ہے لہٰذا پورے یقینی ثبوت سے پورے تشریحی مفہومات سے اور عملی نمونوں کے ساتھ وحی اِلٰہی اور دینِ خداوندی سوائے مسلمانوں کے اور کسی کے پاس ہے ہی نہیں پروپیگنڈہ اَلگ چیز ہے، حقیقت پر سب کو غور کرنا لازم ہے نجات کا ذریعہ حقیقت ہے، پروپیگنڈہ نہیں ہوسکتا۔

مذہبوں کی بنیاد یہ ہے کہ اِنسان میں جو دو قوتیں ہیں ایک فرشتوں والی اور دُوسری جانوروں والی، رُوح فرشتوں والی قوت کا مظہر ہے اور جسم جانوروں والی قوت کا، نفس وشیطان اِس دُوسری قوت کے مددگار و پہلوان ہیں، رُوح کو اُن سے بچانا اِنسانی کمال اور مذہب کے قوانین اُس کا سرمایہ ہیں، جس مذہب کی تعلیمات ایسی ہوں گی کہ رُوح کو تمام نفسانی وشیطانی حرکتوں پر غلبہ دے کر فرشتوں کی کیفیت کو روشن کرتی اور بہیمی قوتوں کو کمزور کرتی ہوں گی، صحیح سچا پکا مذہب وہ ہے تخلیق اِنسان کا مقصد اِسی سے پورا ہوسکتا ہے، نجاتِ اَبدی اُسی کو مِل سکتی ہے ورنہ وہ پھر تباہی وعذاباتِ اَبدی کا ذریعہ ہوگا۔

اگر کسی مذہب میں وہ باتیں ہوں جو بہیمی قوتوں کو غالب کرتی ہوں اور رُوحی وفرشتہ والی قوت کو کمزور کرتی ہوں تو یاد رکھیے وہ خدائی مذہب کی باتیں نہیں ہوسکتیں، وہ کسی جعل ساز کی جعل سازی ہے جس کو مذہب کا نام دے کر دُنیا کو تباہی میں مبتلا کیا گیا ہے، اِس سے تو مذہب کی بنیاد ہی منہدم ہوگئی، جنسی خواہشات اور ظلم وزیادتی وغیرہ کو بھڑکانے والی باتیں تو مذہب دُشمن باتیں ہیں اُن کا خود مذہب ہونا ممکن ہی نہیں ذرا غور وفکر سے کام لیا جائے۔

کسی مذہب نے کفارہ کوئی قرار دے دیا تو اُس نے تو تمام بدیوں کی کھلی چھٹی دے دی، خیال تو کیجیے کہ کیسے ممکن ہے کہ یہ مذہبی تعلیم ہو یہ خدا پر تہمت لگانا ہے اور اِنسانوں کو برباد کرنا ہے۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ کیا اِسلام میں ''شفاعت'' کا مسئلہ کھلی چھٹی دینا نہیں ؟ تو بات یہ ہے کہ صحیح عینک کی ضرورت رہ گئی ہے، شفاعت تو اُن کے لیے ہوگی جن کے دِل میں اِیمانِ صحیح کی کوئی رَمق ہوگی، وہ بداَعمالی کی سزا میں مبتلا ہوگا، بدعملی محدود وقت کی ہے محدود سزا کے بعد نجات اُس کے اِیمان کا تقاضا ہے اور وہاں کی سزا سخت ترین ہوگی جو شفاعت سے پہلے تک ایک محدود مقدار میں ہوچکے گی، باقی کی معافی کی سفارش ہے اِس قدر وقت کی شدید سزا محدود جرم کی جزا بن سکتی ہے، بخلافِ کفر کے کہ ہمیشہ کے قصد سے غیر محدود نیت سے ہوتا ہے اُس کی سزا بھی غیر محدود ہے اُس کے لیے شفاعت نہیں ہوگی۔

اور کفارہ ہونے میں تو کفر وشرک یعنی خدا تعالیٰ کی بغاوت اور تمام جرموں کی محدود وغیرہ محدود سزا سے بالکل بچنے کا قانون ہر وقت سب کے لیے گنجائش دے گا اور مذہب بالکل بیکار بن کے رہ گیا یعنی مذہب کے نام سے ہی اِنسان کو اِنتہائی مجرم بیہودہ بنا کر اَبدی عذاب کا مستحق بنا دیا۔

مذہب کا منشاء اِنسان کو ہر محبت سے ہٹا کر صرف بقدرِ ضرورت کام لے کر خدا تعالیٰ کی طرف لگانا ہے۔ غور کیجیے تو یہ بات صرف اِسلام میں ہی ملے گی، موجودہ ردّوبدل ہوجانے والے مذہبوں میں اِس کی بو تک نہیں ملتی۔ ذرا سے غور سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ کیا اِسلام کے سوا اور بھی کوئی مذہب ممکن ہے۔

اِسلام نے ہر وقت ہر کام ہر بات میں خدائے قدوس کا نام اور اُن کا ذکر، ذات کا ذکر، صفات کا ذکر، قدرت، علم، رحم، کرم ہر ہر چھپی کھلی بات کی خبر کا ذکر مومن کے دِل و زبان پر مقرر کیا ہوا ہے اور پھر ایک ہی لفظ سے نہیں کہ طبیعت اُکتا اُکتا جائے ہر وقت اور ہر کام کے مناسب نیا ذکر ہے تاکہ نہ دِل اُکتا سکے نہ کسی وقت خدا سے غافل ہو سکے۔ اِن کے علاوہ کچھ ایسے اَوقات ہیں جن میں اِنسان دُوسرے کاموں تحریکوں اور مشغلوں میں منہمک ہو ہو کر خدا سے غافل ہو سکتا ہے۔ اِسلام میں صبح سویرے، دوپہر کے ہنگاموں کے جوش پر، شام کو کاموں کے نچوڑ کے وقت، دِن کے چھپنے اور کاروبار کے اَخیر پر اور سب سے فراغت پر رات کے کچھ حصہ میں ہر ہوش و حواس والے مرد عورت پر ایسی عجیب و غریب خدائی عبادت یعنی نماز فرض کی گئی ہے کہ جس میں سر سے پیر تک ہر ہر عضو کو خدا کے حضور مصروف کار بنایا ہوا ہے اور دِل کو سب سے خالی کر کے اُس کی طرف لو لگانے کا حکم ہے۔ غور کیجیے ایسی رُوحی و اِیمانی ورزش کے بعد کسی آدمی کو نفسانی و بہیمی یعنی جانوروں والی حرکات کی طرف کیسے توجہ ممکن ہے ؟ اگر کسی کی توجہ اُدھر ہو گی تو اُس کے اِس دینی کام سے غفلت کی وجہ سے ہو گی، وہ اُس کا اپنا قصور ہے اور قابلِ تلافی، جس کی تلافی توبہ اور اُس کام میں جانفشانی سے منہمک ہو جانا ہے، پھر تمام قوائے اِنسانی وقت کی پابندی کے ساتھ اُس میں لگ کر چاق چوبند ہر کام میں چست ہوں گے اور سب دین و دُنیا کے کام اِس عادت سے آسان ہو جائیں گے، شاید آپ اِس کو ڈسپلن کہہ سکیں، یہ وہ کیمیاوی نسخہ ہے کہ ہر ہر کام میں بے حد مفید ہے۔

آدمی کو پیدا کرنے والے دو جہاں کو بنانے والے زمین و آسمان اور تمام مخلوقات سے اُس کی کاربراری کرنے والے سے غفلت اور منہ موڑنے کا سبب جان مال آبرو ہی تو ہوتے ہیں، اِن ہی کی محبت تو غافل کر کے راہ سے بھٹکاتی ہے، نماز روزہ اور جہاد میں جان اور آبرو کی محبت پر زکوة و خیرات میں مال کی محبت پر قدغن اور بقدر سہولت و برداشت، راہِ خدا میں اِن کو صرف کرنے کی تعلیم، خدائی تعلق کو اِن سے بڑھ کر قرار دینے کی مشق اور فرشتوں والی قوت اُجاگر کرائی جاتی ہے اور تمام لذتوں اور مزوں میں غرق ہونے سے بچا کر اِن کا بدل تجویز کر کے سب بہیمی قوتوں کو پست کرایا جاتا ہے کہ اِنسان

مجبورِ محض بن کر بھی نہ رہ سکے کہ پھر کوئی کمال کمال نہ قرار پائے اور بدیوں میں آلودہ بھی نہ ہوسکے، اِنسانیت سے باہر نہ جاسکے اُن سے صاف بچ سکے۔ ہاں اِسی طرح اِنسان کی تخلیق کا مقصد مکمل طریقہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔

اِنسان میں جس قدر قوتیں حق تعالیٰ نے پیدا کی ہیں وہ ایک خاصّے سے کی ہیں کہ اُن سے باقاعدہ خوب کام لیا جائے تو وہ طاقتور ہوسکتی ہیں، اُن کو بیکار چھوڑ دیا جائے تو بالکل مفلوج سی ہوجاتی ہیں، ہم داہنے سے لکھتے ہیں تو سینکڑوں صفحات لکھ سکتے ہیں اور بائیں سے نام تک نہیں لکھ سکتے، ایسے ہی جو فرشتوں والی قوت ہے اگر اُس سے کام ہی کام لیا جائے تو اِنسان فرشتوں سے بڑھ سکتا ہے، اِسلام نے ہر ہر منٹ پر اِس کو ایسے کاموں میں لگایا ہے، اِسی سے وہ فرشتوں سے بازی لے جاسکتا ہے (اور بیکار چھوڑنے سے گرتے گرتے جانوروں سے بھی گرجاتا ہے) اِس کے برعکس لذتوں، مزوں اور جانوروں والی قوت سے کام پر کام لینے والے جانوروں کی صف میں جاکر اُن سے بھی بدتر ہوجاتے ہیں، گو شکل صورت اِنسان کی رہیں مگر اَندر سے کچھ اور بن جاتے ہیں۔

یہ تو اِنسان کا وہ حق ہے جو اُس پر اُس کے خالق کے لیے ہے، مگر جب اِنسان کو عقل کا ایک ایسا جوہر عطاء فرمایا گیا جو دُوسرے جانداروں کو نہیں ملا اور اِسی سے وہ سب کا اَفسر سب سے کام لینے والا ہے، اُدھر اُس کو متمدن مزاج بنایا گیا ہے کہ وہ جانوروں کی طرح اَلگ اَلگ دُور دُور آشیانے یا بِل بنا کر رہنے والا نہیں ہے، مِل جل کر رہنا اُس کی طبیعت کا تقاضا ہے اور عقلی جوہر کے سبب تمام اَسباب و ذرائع میں لطیف طبیعت کے مناسب لطیف ذرائع دیے گئے، سب ضرورتیں تنہا اَنجام دینے کے قابل نہیں، تقسیمِ کار اِن حالات کا طبعی تقاضا ہے اُس میں باہم معاملات بھی ہوں گے، معاشرت بھی ہوگی، ہم جنسوں اور غیر جنسوں سے تعلقات بھی ہوں گے، ایک کے دُوسرے پر حقوق بھی ہوں گے اور باہم رنجش و چپقلش بھی پیدا ہوگی، اِن کے لیے کچھ قواعد و قوانین کی ضرورت ہے جو نہایت اَعلیٰ ہوں نہایت مفید ہوں اُس عالیشان کے شایانِ شان ہوں، وہ وحی اِلٰہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا، اِسی کو مذہب کہتے ہیں۔ اَب جو سب سے اَعلیٰ ثبوت سے ثابت ہوگا اُسی کا خدائی قانون اور سب سے اعلیٰ ہونا

ثابت ہوگا، سب سے زیادہ مضبوط اور قوی ثبوت سے اِسلام ہی کے قوانین خدائی قوانین ثابت ہیں۔

اِسلام نے معاملات، معاشرت، اَخلاق، سیاست اور تمام ضروریات کے وہ زرّین اُصول عطا فرمائے ہیں کہ دُنیا اِن کی مثال نہیں پیش کر سکتی ہر ہر بات میں عدل و اِنصاف، درگزر، بردباری، خوش خلقی (مگر حقیقی، نہ کہ منافقانہ ظاہری)، سخاوت، ہر ایک کی خیر خواہی، سب کے حقوق حتیٰ کہ جانوروں تک کے حقوق کی رعایت، کسی کو بے وجہ تکلیف نہ دینا، بدلہ میں برابر سے آگے نہ بڑھنا، سب کی ہمدردی، اپنے کو ہیچ سمجھنا، اُس کی ہر وقت کوشش کہ کسی کو اَذیت نہ ہو، وغیرہ سب ضروری ہیں۔

اور جھوٹ، دھوکہ، دغا، فریب، کسی کی اچھی بات پر جلنا، کسی کی تکلیف یا نقصان کا اِرادہ کرنا، معاملات میں برابری سے گزر کر دھوکہ فریب کرنا، خود کو بڑا دُوسروں کو حقیر سمجھنا سب منع ہیں۔ غرض ہر تکلیف دینے والی چیز منع اور فائدہ بخش چیز ضروری ہے۔ اِسی طریقہ پر معاملات و سیاسیات کی عمدگی کا مدار ہے، اصل تعلیمات تو یہ ہیں گو بعض لوگ دُوسرے سے اَثر لے کر یا نفس و شیطان کے جال میں پھنس کر اُن سے غافل بھی ملیں گے مگر وہ اُن کی اپنی کمزوری ہے، جو صحیح اِسلامی حکومت نہ ہونے سے آج نظر آرہی ہیں۔

اِنسان سب اِنسان ہیں، ایک رشتہ میں منسلک ہیں، خیر خواہی اور اِنسانی حقوق کا تقاضا ہے کہ ہر اِنسان کو دُنیا و آخرت کے اِن سنہرے اُصولوں کی دعوت دی جائے، سمجھایا جائے پھر بھی کوئی ہٹ دھرم رہے تو جیسے ناسمجھ بچوں کو ڈرا دھمکا کر صحیح کام پر لگانا ہی اُن کی خیر خواہی اور اِنسانی ہمدردی کا فریضہ ہوتا ہے، یہاں بھی یہ فرض ہوگا ورنہ اِنسانی حقوق و ہمدردی کی پامالی کا جرم بنے گا، لہٰذا مسلمان کا کام صرف اپنے کو ہی درست کر لینے کا نہیں دُوسرے اِنسانی بھائیوں بہنوں کے بھی درستی کی کوشش کرنا ہے۔ ایسا ہوتا ہے صحیح سچا لکا دین جو اِنسان کو سچا بنا دے اور اَبدی عذابات سے بچا دے۔ آپ کبھی ٹھنڈے دِل سے اِس پر غور کر لیا کریں، دھوکہ میں آکر خود کو ہمیشہ کے عذابات میں مبتلا نہ کر بیٹھیں۔

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

اُمور تین قسم کے ہیں :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْاَمْرُ ثَلٰثَۃٌ اَمْرٌ بَیِّنٌ رُشْدُہٗ فَاتَّبِعْہُ وَاَمْرٌ بَیِّنٌ غَیُّہٗ فَاجْتَنِبْہُ، وَاَمْرٌ نِ اخْتُلِفَ فِیْہِ فَکِلْہُ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ . [1]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اُمور تین طرح کے ہیں: (۱) ایک وہ جن کا ہدایت ہونا ظاہر ہے اِن کی اِتباع کرو (۲) دوم وہ جن کا گمراہی ہونا ظاہر ہے اُن سے بچو (۳) سوم وہ جو مختلف فیہ ہیں اِن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو۔''

ف : حدیثِ پاک میں جن اُمور کا ہدایت ہونا بتلایا گیا ہے اُن سے مراد وہ اُمور ہیں جن کا حق اور صحیح ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ دینی اَحکام، اِن کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اِن کی پیروی کرو۔

اور جن اُمور کا گمراہی ہونا بتلایا گیا ہے اُن سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا باطل وغلط ہونا واضح طور پر معلوم ہے جیسے کفار کے طور طریقے اور اُن کے رسم ورواج، اِن کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اِن سے بچو۔

اور مختلف فیہ اُمور سے مراد یا تو وہ چیزیں ہیں جن کا حکم مشتبہ اور مخفی ہو یا وہ چیزیں ہیں جن کا

---

[1] مسند اَحمد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۱، مسند اَحمد میں یہ حدیث نہیں ملی اَلبتہ معجم طبرانی کبیر میں یہ حدیث درج ذیل اَلفاظ کے ساتھ موجود ہے : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّمَا الْاُمُوْرُ ثَلٰثَۃٌ اَمْرٌ یَتَبَیَّنُ لَکَ رُشْدُہٗ فَاتَّبِعْہُ وَاَمْرٌ یَتَبَیَّنُ لَکَ غَیُّہٗ فَاجْتَنِبْہُ وَاَمْرٌ اُخْتُلِفَ فِیْہِ فَرُدَّہٗ اِلٰی عَالِمِہٖ . (معجم طبرانی کبیر ج ۱ ص ۳۱۸)

حکم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے نہ بتلایا ہو اور لوگ اُس کی تعیین میں اِختلاف کرنے لگے ہوں جیسے آیاتِ متشابہات وغیرہ، اِن کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ایسی چیزوں کے بارے میں اپنی طرف سے کچھ نہ کہو بلکہ اِن کی حقیقی مراد کا تعین اللہ کے سپرد کردو وہی بہتر جاننے والے ہیں۔

علم تین ہیں :

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ آيَةٌ مُّحْكَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ ، وَمَا كَانَ سِوَى ذَالِكَ فَهُوَ فَضْلٌ.

(اَبو داوٗد ۲/۴۳ کتاب الفرائض، ابنِ ماجہ ص۶ ، مشکوۃ ص ۳۵)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا علم تین ہیں (۱) آیتِ محکمہ (۲) سنتِ قائمہ (۳) فریضۂ عادلہ، اِن کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد ہے۔''

ف : حدیث پاک کا مطلب (واللہ اَعلم) یا تو یہ ہے کہ علمِ دین کی تین قسمیں ہیں: آیتِ محکمہ کا علم، سنتِ قائمہ کا علم اور فریضۂ عادلہ کا علم یا یہ مطلب ہے کہ علمِ دین کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔

(۱) آیتِ محکمہ : قرآنِ پاک کی وہ آیات جن کا حکم منسوخ نہ ہو اور مراد بھی واضح ہو چونکہ اصلِ قرآن آیاتِ محکمات ہی ہیں اِس لیے اِس موقع پر صرف اِن ہی کا تذکرہ کیا گیا۔

(۲) سنتِ قائمہ : وہ اَحادیث جن کا ثبوت صحیح طریق سے ہو چکا ہو اور وہ غیر منسوخ اور معمول بہا ہوں۔

(۳) فریضۂ عادلہ : اِس سے مراد اِجماعِ اُمت اور قیاسِ شرعی ہیں، اِن کو فریضہ اِس لیے کہا گیا ہے کہ اِن پر بھی اِسی طرح عمل کرنا ضروری ہے جس طرح کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ پر، کیونکہ عادِلَہ کے معنٰی مُسَاوِیَۃ کے ہوتے ہیں۔

اِس حدیث شریف میں اِس طرف اِشارہ ہوا کہ دین وشریعت کی بنیاد چار چیزوں پر ہے (۱) کتاب اللہ (۲) سنتِ رسول اللہ (۳) اِجماعِ اُمت (۴) قیاس شرعی، اِن کے علاوہ جو کچھ ہے وہ

زائد ہے یعنی وہ دلیلِ شرعی نہیں بن سکتا، جو لوگ صرف قرآن کو حجت مانتے ہیں اور وہ لوگ جو صرف کتاب وسنت فقط دو کو حجت مانتے ہیں اِجماعِ اُمت اور قیاسِ شرعی کو حجت نہیں مانتے ،اُنہیں اِس حدیث پر نظر کر لینی چاہیے کہ اِس سے چاروں کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کو کفنِ مبارک میں تین کپڑے دیے گئے :

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُفِّنَ فِیْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ یَمَانِیَّةٍ بِیْضٍ سَحُوْلِیَّةٍ مِّنْ کُرْسُفٍ لَیْسَ فِیْھَا قَمِیْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ .

(بخاری ج ۱ ص ۱۶۹ ، مسلم ج ۱ ص ۳۰۵ ، مشکٰوۃ ص ۱۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا جو سفید یمنی کپڑے تھے اور (یمن کی ایک وادی) سَحُوْلْ کی بنی ہوئی روئی کے تھے، نہ اُن میں (سیا ہوا) کُرتہ تھا اور نہ پگڑی تھی۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔(ادارہ)

قسط : ۲ ، آخری

تعارف وتبصرہ '' فوائد جامعہ برعجالہ نافعہ ''

﴿ مولانا محمد طلحہ صاحب، متخصص فی علوم الحدیث جامعہ مدنیہ جدید ﴾

مترجم عجالہ نافعہ کا تعارف :

آپکا تعارف اِتنا واضح نہیں ہے ایک دُھندلائی ہوئی تصویر ہے جو مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ کے تحت پیشِ خدمت ہے، تفصیلی تعارف خود آپ سے یا آپ کے متعلقین سے مل سکتا ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب چشتی دارُالعلوم دیو بند کے فضلاء میں سے ہیں، محقق العصر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی ہیں، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں تخصص فی علوم الحدیث کا شعبہ اِن ہی کے تحتِ اِشراف ہے اور جامعۃ الرشید میں اُستاذ الحدیث ہیں۔

جب پہلی دفعہ راقم اُن کی زیارت کے لیے گیا تو معلوم ہوا کہ اُسی مسجد کے ساتھ گھر میں رہتے ہیں، نماز کے لیے ایک اِنتہائی سادہ سے بابا جی آئے، بڑی سی جالی والی ٹوپی پہنے عام سا کرتہ، ہاتھ میں قینچی چپل، مسجد کی صفِ اَوّل کے ایک گوشہ میں نماز باجماعت اَدا کی پھر چپل اُٹھائی اور چل دیے، جن مفتی صاحب کے ساتھ میں گیا ہوا تھا اگر وہ نہ بتاتے تو اِن بابا جی کے بارے میں ایک فیصد بھی گمان نہ ہوتا کہ یہ وہی عالم ہیں جن کے پائے کی ہستی پاکستان بھر میں خصوصًا علومِ حدیث میں شاذ و نادر ہی کوئی ہو اور ویسے فطرتِ اِنسانی ہے جن کا تذکرہ اُن کی ملاقات سے پہلے سن رکھا ہو تو اُن کی ذات کا ایک تصور باندھ لیا جاتا ہے کہ ایسے ایسے ہوں گے، اِسی وجہ سے میں ہر آنے جانے والے کو اپنے تصور پر پرکھ رہا تھا کہ ابھی کہیں سے پہلے کچھ خدام آئیں گے ہٹو بچو کے ایک مرحلے کے بعد حضرت نمودار ہوں گے، بالکل قریب تھا کہ میرا منہ کہنے کے لیے کھلتا یار مفتی صاحب لگتا ہے آج حضرت کہیں دعوت واِرشاد کے لیے تشریف لے گئے ہیں اُن کے اِشارہ سے بتانے کے بعد واقعی میرا منہ کھُلا کا کھلا رہ گیا، حضرت

نے ڈاکٹریٹ بھی کر رکھا ہے اور غالبًا کراچی یونیورسٹی سے کیا ہے۔

عجالہ نافعہ پر کام کی نوعیت :

کتاب پر اِن اُمور کے تحت کام کیا گیا ہے : (۱) تصحیح (۲) ترجمہ (۳) مفید اِضافات (۴) فوائد کے اِضافے قدرے تفصیلاً (۵) اَعلام کے تفصیلی حالات کے مصادر و مراجع کا حوالہ۔

کتاب پر کام کے دوران جو کتابیں مآخذ و مراجع کے طور پر چشتی صاحب نے دیکھیں آخر میں اُن کی تعداد ۲۴۱ مذکور ہے، صرف ایک کتاب کے دوران اِتنے مصادر و مراجع کی طرف رُجوع یہ اُن کے علمی ذوق کی ترجمانی ہے ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾

''مشتے نمونہ اَز خروارے'' کے طور پر حضرت کے کام کی ایک جھلک :

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے ''عجالہ نافعہ'' میں طبقہ ثالثہ میں کتب طحاوی کا تذکرہ کیا ہے اِس پر چشتی صاحب لکھتے ہیں :

> کتبِ طحاوی سے مراد اِمام حافظ اَبوجعفر اَحمد بن محمد بن سلامۃ بن سلمہ بن عبدالملک اَزدی طحاوی حنفی (اَلمتوفی ۳۲۱ھ) کی تالیفات ہیں جو درج ذیل ہیں :
>
> (۱) کتاب شرح معانی الآثار : یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع مصطفائی لکھنؤ سے ۱۳۰۰ھ میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی اُس کا کامل متن اُردو ترجمہ بھی لاہور سے شائع کیا گیا ہے، اِس کتاب کے متعلق علامہ زاہد الکوثری ''اَلحاوی فی سیرۃ الامام اَبی جعفر الطحاوی'' (ص:۳۱ مطبعۃ الانوار قاھرۃ ۱۳۶۸ھ) میں لکھتے ہیں :
>
> **کتاب معانی الاثار فی المحاکمة بین أدلة المسائل الخلافیة یسوق بسنده الاخبار التی یتمسك بها اهل الخلاف فی تلك المسائل ویخرج من بحوثه بعد نقدها اسنادا ومتنا روایة ونظرا بما یقتنع به الباحث المنصف المتبرئ من التقلید الاعمی، ولیس لهذا الکتاب نظیر فی التفقیه، وتعلیم طرق التفقه، وتنمیة ملکة الفقه.**

مولانا محمد یوسف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کتاب کی شرح ''اَمانی الاخبار فی شرح معانی الآثار'' کے نام سے عربی میں لکھنا شروع کی تھی جس کی چار جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔

(۲) بیان مشکل الآثار : یہ مشکل الآثار کے نام سے بھی مشہور ہے اِس میں موصوف نے حدیثوں کے باہمی تعارض کو دُور کیا ہے اور اُن سے اَحکامِ دینیہ کا اِستنباط کیا ہے، یہ کتاب سات جلدوں میں ہے اور اِستنبول مکتبہ فیض اللہ میں موجود ہے اِس کی چار جلدیں دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد (دکن) سے ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوئی تھیں، اِس کا اِختصار فقیہ و حافظِ حدیث اَبوالولید الباجی مالکی نے کیا اور اَبوابِ فقیہ پر مرتب فرمایا پھر اَبوالولید باجی کے اِختصار کو قاضی یوسف بن موسٰی حنفی نے ''المعتصر من المختصر'' کے نام سے مزید مختصر کیا جسے مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد (دکن) نے ۱۳۱۷ھ میں دو جلدوں میں شائع کر دیا ہے۔

(۳) اَحکام القرآن، یہ ایک ہزار ورق کی کتاب ہے (۴) کتاب الشروط الکبیر فی التوثیق، یہ بیس جلدوں میں ہے (۵) الشروط الاوسط (۶) مختصر الشروط، یہ پانچ جلدوں میں ہے اور مکتبہ شیخ الاسلام فیض اللہ میں موجود ہے (۷) مختصر الطحاوی، مجلس اِحیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن سے شائع کی گئی تھی (۸) النوادر الفقیه، یہ دس جلدوں میں ہے (۹) کتاب النوادِر والحکایات، یہ بیس جلدوں میں ہے (۱۰) رسالة حکم أرض مکة (۱۱) رسالة فی قسم الفیٔ والغنائم (۱۲) الرد علی کتاب المدلسین لابی علی الحسین بن علی الکرابیسی (۱۳) کتاب الاشربة (۱۴) الرد علی عیسی بن ابان، یہ دو جلدوں میں ہے (۱۵) الرد علی أبی عبید فی النسب، یہ ایک جلد میں ہے

(۱۶) اِختلاف الروایات علی مذهب الکوفیین، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے (۱۷) رسالة فی الرزیة (۱۸) شرح الجامع الکبیر (۱۹) شرح الجامع الصغیر (۲۰) کتاب المحاضرو السجلات (۲۱) کتاب الوصایا والفرائض (۲۲) کتاب التاریخ الکبیر (۲۳) اخبار ابی حنیفة و اصحابه، یہی کتاب ''مناقب اَبی حنیفہ'' کے نام سے مشہور ہے (۲۴) کتاب فی النحل واَحکامها و صفاتها واجناسها وما روی فیها من خبر، یہ چالیس جزء میں ہے (۲۵) عقیدة الطحاوی (۲۶) رسالة فی التسویة بین حدثنا واخبرنا (۲۷) کتاب السنن الشافعی (۲۸) اِختلاف العلماء (۲۹) کتاب الفرائض (۳۰) کتاب العزل۔''

مولانا محمد یوسف دہلویؒ نے ''اَمانی الاحبار فی شرح معانی الآثار'' ص ۶۲، ۶۳ میں دو ناموں کا اور اِضافہ کیا ہے۔ اَوّل کتاب ''صحیح الآثار'' جس کا تذکرہ بروکلمان نے عربی اَدب کی تاریخ بزبانِ جرمنی میں بھی کیا ہے لیکن واضح رہے بروکلمان کا ''صحیح الاثار'' کے نام سے طحاوی کی ایک جداگانہ تالیف قرار دینا غلط ہے، یہ کتاب ''معانی الآثار'' ہے جس کو موصوف نے غلطی سے ''صحیح الآثار'' سمجھا ہے، دوم ''شرح المغنی'' کا نام لیا ہے اور ثبوت میں حافظ اِبن حجر عسقلانیؒ کا حوالہ دیا ہے کہ موصوف نے باب اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقه میں تصریح کی ہے کہ طحاویؒ نے بھی ''شرح المغنی'' میں اِس موضوع پر باب باندھا ہے، دراصل فتح الباری میں معانی کا الف رہ گیا ہے، یہ طباعت کی غلطی ہے جیسا کہ ''شرح المعانی الآثار'' سے ظاہر ہے لہٰذا یہاں بھی شرح معانی الآثار صحیح ہے، شرح المغنی درست نہیں۔ (الفهرست اَز اِبن الندیم ص ۲۹۲، الجواهر المضیه: ۱/ ۱۰۳ ۱/ ۱۰۵، الحاوی فی سیرة الامام اَبی جعفر الطحاوی، هدیة العارفین: ۱/ ۵۸)

(فوائد جامعہ شرح عجالۂ نافعہ ص ۱۴۶، ۱۴۵ مکتبۃ الکوثر)

یہ تو ایک نابغۂ روزگار ہستی کے متعلق تھا، اِسے ذکر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت چشتی صاحب کے کام کے طرز سے آگاہی ہو جائے۔

ایک ضروری وضاحت :

اَوّلاً : یہاں پر ایک ضروری اور اہم اور حل طلب اَمر یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی تالیف ''عجالہ نافعہ'' میں صحیح اِبن حبان اور کتب طحاوی کو طبۂ ثالثہ کی کتب میں شمار کیا ہے، حضرت شاہ صاحب کی طرف سے یہ تسامح ہونا بعید اَز عقل اِس لیے نہیں کہ صحیح اِبن حبان اُس وقت اِتنی عام نہ تھی اور اِس طرح کی دُوسری کتب کا حال بھی یہی تھا، غالب گمان یہی ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے کسی کے قول پر اِعتماد کرتے ہوئے اِن دونوں کتابوں کو طبقہ ثالثہ میں رکھ دیا۔

اہلِ علم میں یہ چیز ایک بدیہی ہے جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ''ہدیۃ الشیعہ'' لکھتے ہوئے کیا کہ جب حضرت کو ''روافض'' کی کتب دستیاب نہ ہوتیں تو حوالہ ''تحفہ اَثناء عشریہ'' سے تحریر فرما دیتے اور اُس کی صراحت بھی کر دی کہ حضرت شاہ صاحب کی دیانت تو ''روافض'' کے اَحبار کے ہاں بھی مسلّم ہے، یہی وجہ ہے کہ آج تک نہ اِس کتاب پر نقل حوالہ کے اِعتبار سے کوئی قدغن لگائی گئی ہے اور نہ ہی شیعہ حضرات سے اِس کا جواب بن پڑا ہے بلکہ اُن کی حالت اُس وقت بالکل یہ ہو گئی ''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن'' ظلم کے علاوہ اور کچھ کر نہ سکے، خیر بات یہ ہو رہی تھی کہ جب کسی چیز کے متعلق مآخذ مہیا نہ ہو سکیں تو کسی متورع اور متشرع کے قول یا فیصلے پر اِستناد کیا جا سکتا ہے اور یہ اہلِ علم کے ہاں عام ہے۔

ثانیاً : رہی یہ بات کہ پھر حضرت چشتی صاحب مدظلہم کو ہی یہاں تنبیہ کرنی چاہیے تھی جیسا کہ اُن کی جلالتِ علم کا مقتضٰی ہے۔ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اُس وقت کتاب کی طباعت ہی نہیں ہوئی تھی چہ جائیکہ حضرت نے اُسے دیکھا ہو کیونکہ حضرت کا عجالہ نافعہ پر کام ۱۹۶۲ء میں ہوا جیسا کہ ''فوائدِ جامعہ'' کے دیباچہ سے ظاہر ہو رہا ہے اور ''صحیح اِبن حبان'' پہلی مرتبہ مکمل طور پر اِس کے بعد طبع ہوئی جیسا کہ مندرجہ ذیل سطور اِس پر شہادت دے رہی ہے، محقق صحیح اِبن حبان ''مقدمۃ التحقیق'' میں رقمطراز ہیں کہ :

قد سبقنی الی البدء باصدار الکتاب العالم الجلیل المحدث الاستاذ احمد محمد شاکر .... ویعد رائد نشر نصوص الحدیث النبوی فی ھذہ القرن، وتحقیقھاعلی ھذا النحوالذی تابعہ علیہ غیر واحد من المختص بالحدیث الشریف، الا ان المنیۃ اخترمنہ فی الرابع عشر من شھر حزیران سنۃ ۱۹۵۸، ولم یصدر من الکتاب الا الجزء الاول .... وبعد وفاتہ رحمہ اللّٰہ قام الاستاذ عبدالرحمن محمد عثمان با اصدارجزأین آخرین من الکتاب نشرتھما المکتبۃ السلفیۃ بالمدنیہ المنورہ سنۃ ۱۹۷۰، الا انھما خلو من ای تحقیق وتخریج وتنبیہ علی الاغلاط النسخۃ و اوھام ناسخیھا .... فظھرت الھوۃ واسعۃ جدا بین جزأیہ ھذین، وجزء سلفہ الموحوم احمد شاکر، (صحیح ابن حبان، موسسۃ الرسالۃ ص ۶۲، ۶۳) الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۱۸ ھ / ۱۹۹۷ء)

''مجھ سے پہلے اِس کتاب کو اُستاد محمد شاکر نے چھاپا اور اُنہیں اِس صدی میں نصوصِ حدیث کے نشر کا مقتدا مانا گیا ہے اُن کے طریقۂ تحقیق کی بہت سے ماہرینِ حدیث نے تقلید کی، ابھی ایک ہی جلد شائع کی تھی کہ جون ۱۹۵۸ء میں اُن کی وفات ہوگئی اُن کے بعد اُستاذ عبدالرحمٰن محمد عثمان نے اِس کتاب کی دُوسری دو جلدیں چھپوائیں جن کو مکتبہ سلفیہ (مدینہ منورہ) نے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا لیکن اِن جلدوں میں تحقیق اور تخریج وغیرہ نہ تھی چنانچہ پہلی اور دُوسری جلدوں کے مابین بہت بڑا فرق ظاہر ہوگیا۔''

اِس اَمر کی وضاحت تو ہوچکی کہ صحیح اِبن حبان کی طباعت کتاب ''عجالہ نافعہ'' اور اُس کی شرح ''فوائدِ جامعہ'' کے بہت بعد میں ہوئی۔

''صحیح اِبن حبان'' کے بارے میں علماءِ اُمت کا نظریہ :

فقال ذھبیؒ فی میزان الاعتدال فی ترجمۃ افلح بن سعید المدنی ''ابن حبان ربما قصب(ای جرح)الثقہ حتی کانہ لا یدری ما یخرج من راسہ''

وقال الذهبى ايضا فى ترجمه سويد بن عمر والكلبى بعد نقل توثيقه عن ابن معين وغيره، اما ابن حبان فاسرف واجترأ، فقال : كان يقلب الاسانيد ويضع على الاسانيد الصحيحة المتون الوهية، وقال فى ترجمة عثمان بن عبدالرحمن الطرائفى، اما ابن حبان فانه تقعقع كعادته.

ولكن بعضهم . مع هذا. نسب ابن حبان الى التساهل، فقال : وهو واسع الخطو فى باب التوثيق، يوثق كثيرا ممن يستحق الجرح وقد اجاب اللكنوى عن هذا فى الرفع والتكميل، فقال :وهو قول ضعيف، فانك قد عرفت ان ابن حبان معدود ممن له تعنت واسراف فى جرح الرجال، ومن هذا هاله لا يمكن ان يكون متساهل فى تعديل الرجال، وانما يقع التعارض كثيرا بين توثيقه وبين جرح غيره لكفاية مالا يكفى فى التوثيق عند غيره وعنده .

وقد نقل السخاوى فى "فتح المغيث" ان ابن حجر نازع فى نسبة ابن حبان الى التساهل، فقال : ان كانت (اى نسبته الى التساهل) باعتبار وجدان الحسن فى كتابه ، فهو مشاحة فى الاصطلاح، لانه يسميه صحيحًا، وان كانت باعتبار خفته شروطه فانه يخرج فى الصحيح ماكان راويه ثقة غير مدلس، سمع ممن فوقه ، وسمع منه الاخذ عنه ، ولا يكون هناك انقطاع و لا ارسال، واذا لم يكن فى الراوى المجهول الحال جرح ولا تعديل، وكان كل من شيخه والراوى عنه ثقة ولم يات بحديث منكر، فهو ثقة عنده.

وقال السيوطى فى ((تدريب الراوى)) تحت قول النووى : ويقاربه اى صحيح الحاكم ، فى حكمه صحيح ابى حاتم ابن حبان ، قيل :ماذكر من تساهل ابن حبان ليس بصحيح ، فان غايته انه يسمى الحسن صحيحا، ثم نقل السيوطى نحو قول ابن حجر السالف، وقال ايضا فى تدريب الراوى فالحاصل ابن حبان وفى بالتزام شروط ولم يوف الحاكم .

وقال ابن حجر فی "النکت علی کتاب ابن الصلاح" حکم الاحادیث التی فی کتاب ابن خزیمة وابن حبان صلاحیة الاحتجاج بها لکونها دائره بین الصحیح والحسن، فالم یظهر فی بعضها علة قادحة.

اِن تمام حوالوں کا لب ِلباب یہ ہے کہ اِبن حبان جرحِ رجال میں متشدد تھے۔ (۲) متشدد فی جرح الرجال متساہل فی تعدیل الرجال ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ تو بہت سے ایسے ثقات کو خاطر میں نہیں لاتا جن کو دُوسرے ائمہ حدیث علی الرأس والعین رکھتے ہیں۔

جہاں تک رہی یہ بات کہ اُن کی کتاب میں حدیثِ حسان بھی ہیں تو اِس کا جواب یہی ہے کہ یہ ایک اِصطلاح کا تفاوت ہے، اِبن حبان کے یہاں حسان پر بھی صحاح کا اِطلاق ہو سکتا ہے اور یہ مشہور ہے کہ " **لامشاحة فی الاصطلاح** "

شرائط اِبن حبان فی صحیحه :

(۱) العدالة فی الدین بالستر الجمیل (۲) الصدق فی الحدیث بالشهرة فیه (۳) العقل بما یحدث من الحدیث (۴) العلم بما یحیل المعنی من معانی ما روی، (۵) تعری خبره من التدلیس .

علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ اِبن حبان نے اپنی شرائط کو نبھایا ہے اور حافظ اِبن حجرؒ فرماتے ہیں کہ صحیح اِبن حبان کی روایات سے دلیل پکڑنا یعنی موضع اِستشہاد کے طور پر پیش کرنا ٹھیک ہے۔

عجالہ نافعہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طبقہ ثالثہ میں صحیح اِبن حبان کے ساتھ کتبِ طحاوی کا تذکرہ بھی کیا، گزشتہ سطور میں صحیح اِبن حبان کے بارے میں معروضات پیش ہو چکیں۔

جہاں تک تعلق ہے کتبِ طحاوی کا اور پھر خصوصًا اِمام طحاویؒ کی کتاب طحاوی شریف المشہور بشرح معانی الآثار یہ بھی طبقہ ثالثہ سے اُوپر کی کتاب ہے جیسا کہ اِس کے بارے میں آسمانِ تحقیق کے ایک ستارے گویا ہیں جن کا اہلِ علم میں تذکرہ اِن اَلقابات سے کیا جاتا ہے :

العلامة، الفرد الفريد، ختام المحققين محمد انور شاه الكشميريؒ قال : ويقاربه (اى كتاب ابى داوٗد) عندى كتاب الطحاوى المشهور بشرح معانى الآثار فان رواتهم كلهم معروفون، وانِ كان بعضهم متكلما فيه ايضا. (فيض البارى)

اِس مقام پر چشتی صاحب اطال اللہ بقاءہ بالعافیۃ محض شارح ومترجم کے حیز سے نکل کر نقاد کا اُسلوب اِختیار کرتے تو کیا ہی اچھا ہوتا جبکہ چشتی صاحب مد ظلہم اِس بات کا بخوبی اِدراک رکھتے ہیں کہ عجالہ نافعہ میں جو طبقہ ثالثہ کی تعریف کی گئی ہے ''طحاوی شریف'' اُس سے اُوپر درجے کی کتاب ہے جیسا کہ حضرت الاستاذ چشتی صاحب مد ظلہم نے اِس مقام پر حاشیہ میں علامہ زاہد الکوثریؒ کا اِرشاد نقل کیا ہے جس سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ حضرت مد ظلہم بھی اِس کو طبقہ ثالثہ سے اَعلیٰ مانتے ہیں۔

آمدم برسرِ مطلب :

''فوائدِ جامعہ'' بر ''عجالۃ نافعۃ'' اِنتہائی نفع بخش کتاب ہے اِس میں جو کچھ ہے اُس کا اِجمالی خاکہ تو پیش ہو ہی چکا، نامور محدث صاحبِ معارف السنن علامہ بنوریؒ نے اِس کتاب کے بارے میں اپنے خیال کا اِظہار یوں فرمایا ہے :

''محقق کا رسالہ جو مصطلح اہلِ حدیث کی مباحث میں ہے یہ حدیث کی کتابوں اور علومِ حدیث سے وابستگی رکھنے والوں کے لیے اِبتدائی راستہ ہے۔''

بلا شبہ کتاب اِنتہائی پُر مغز سطر سطر معلومات کا گنجینہ ہے، تعجب کی بات ہے کہ جب کتب کی دستیابی جوئے شیر لانے کے مترادف تھی اُس وقت صرف ایک عرضی پر ایک ایسے موضوع پر قلم اُٹھانا جس کا رواج ہندوستان میں نہ تھا پھر خالص فنی مبادیات کو قلمبند کرنا اور اِتنی کامیاب ومقبول سعی جس کی حسنِ ترتیب شاہ صاحبؒ کی بالغ نظری اور تعمقِ علمی کا منہ بولتا ثبوت ہو اور اُس پر مستزاد یہ کہ صرف ایک [1]

(باقی صفحہ ۶۳)

[1] واضح رہے کہ یہ مقالہ شاہ صاحبؒ نے اپنے ایک شاگرد قمر الدین کی درخواست پر اُن کے لیے علم حدیث کی مبادیات پر مشتمل لکھا تھا۔

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

سالانہ تبلیغی اِجتماع کے موقع پر جامعہ مدنیہ جدید میں بیرونِ ملک اور ملک بھر سے آنے والے شرکاء کی کثرت سے آمدورفت رہی۔

١٧ رنومبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے نواسے حضرت مولانا مفتی محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہم جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے اُن کی رہائشگاہ پر ملاقات کی، بعد اَزاں چائے نوش فرما کر جامعہ کی مسجد میں تشریف لے گئے اور دُعا فرمائی۔

١٩ رنومبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ جدید کے فاضل مولانا خدا بخش صاحب کی دعوت پر دو روزہ ختم نبوت کورس کی اِختتامی نشست میں شرکت کے لیے دوپہر ایک بجے جامعہ سے روانہ ہوئے اور رات گیارہ بجے خانقاہ نقشبندیہ غفوریہ صادق آباد میں رونق اَفروز ہوئے، رات کو قیام خانقاہ میں فرمایا، صبح ناشتہ پر متولیٔ خانقاہ اَلحاج محمد سعد صاحب اَنصاری سے گفت وشنید ہوئی، جمعہ کی نماز کے لیے حافظ محمد سلیمان صاحب کے ہمراہ دادلغاری ڈھرکی تشریف لے گئے، سندھ پنجاب بارڈر پر جامعہ کے متعلم محمد نزاکت علی کے گھر دُعائے خیر کے لیے چند لمحات کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت صاحب نے دادلغاری کی جامع مسجد میں اہل اللہ کی عظمت پر مفصل خطاب فرمایا۔ بعد اَز نماز جمعہ دُور دراز سے آئے ہوئے علماء کرام نے حضرت سے ملاقات کی، کچھ دیر قیام کے بعد حضرت جامعہ اَنوار العلوم قاسمیہ میر پور ماتھیلو میں منعقد ہونے والے ختم نبوت کورس میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے جہاں آپ نے اِختتامی بیان اور دُعا فرمائی اور شرکائے کورس میں اَسناد بھی تقسیم فرمائیں، بعد اَز نماز عصر حضرت نے تعلق مع اللہ اور ختم نبوت پر گفتگو فرمائی۔

بعد اَز نماز مغرب مولانا محمد اِسحاق صاحب اَنصاری اَمیر جمعیت علماء اِسلام گھوٹکی کے اِصرار پر

رات کا کھانا وہیں تناول فرمایا۔ حضرت صاحب ختمِ نبوت کورس صادق آباد کے اِختتامی بیان کے لیے وہاں سے رُخصت ہوئے رات دس بجے اِختتامی بیان اِرشاد فرمایا اور اِختتامی دُعا فرمائی، رات کے قیام کے لیے حافظ سلیمان صاحب کے گھر تشریف لے گئے، صبح ناشتہ کے بعد جامعہ کے متعلم جناب عبداللہ صاحب لغاری کے والد اَلحاج یوسف صاحب لغاری کی تعزیت کے لیے رحیم آباد تشریف لے گئے اور عبداللہ صاحب لغاری کی خواہش پر مدرسہ میں مختصر بیان فرمایا، بعد اَزاں حضرت نے عبداللہ صاحب لغاری اور اُن کے بڑے بھائی مفتی محمد حماد صاحب سے اِجازت چاہی اور لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔

حضرت نے طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب قاسم مدظلہم کے ہاں جامعہ خالد بن ولید میں رات کا قیام کیا، سبق کے ناغہ سے بچنے کے لیے فجر سے قبل پونے پانچ بجے روانہ ہوئے اور ساڑھے دس بجے جامعہ پہنچ کر سبق پڑھایا، والحمد للہ۔

۲۳ر نومبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، جامعہ کے فاضل مولانا محمد شاہد صاحب کے والد صاحب کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے اَوکاڑہ تشریف لے گئے۔

۞ ۞ ۞

تعارف وتبصرہ فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ

درخواست پر لکھنا یعنی فن پر کتاب لکھنے کی غرض سے اہتمام نہ کرنے کے باوجود اپنی مثال آپ ہے، ع

اِیں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اِس کتاب کے مطالعے کے بعد میرے ذہن پر اِس کا یہ تأثر قائم ہوا کہ :

''بلا شک وشبہ یہ کتاب علومِ حدیث کے مبتدی طالبِ علم کے لیے ''اِکسیر علم'' اور ''تحنیکِ مبروک'' قرار دی جاسکتی ہے۔''

اللہ جزائے خیر عطا فرمائیں حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب چشتی دامت فیوضہم کو کہ اُنہوں نے اِس پر تشریحی اور اِضافاتی کام کیا اور بے مثال کیا، فقہاءِ اَحناف وموالک، شوافع اور حنابلہ کے عنوانات باندھے اور اپنی تحقیق سے ٹھوس علمی کام کو بھی مبتدی کے لیے زُود ہضم کر دیا۔ ۞ ۞ ۞

وفیات

۲۹ر اکتوبر کو دارُ العلوم حقانیہ اَکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِنتقال فرما گئے، اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کی علمی اور ملی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور اُن کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۱۲ر نومبر کو جامعہ کے قدیم فاضل حضرت مولانا قاضی حبیب اللہ صاحب رحمہ اللہ طویل علالت کے بعد ٹانک میں اِنتقال فرما گئے۔

جمعیت علماء اِسلام صوبہ خیبر پختونخواہ کے اَمیر حضرت مولانا گل نصیب خان صاحب کے والد گرامی گزشتہ ماہ دیر زیریں میں وفات پا گئے۔

۱۱ر نومبر کو جمعیت علماء اِسلام کے سرگرم رُکن جناب بلال میر صاحب کی والدہ صاحبہ طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئیں۔

۵ر نومبر کو کریم پارک کے بھائی ندیم صاحب کی اہلیہ صاحبہ بوجہ کینسر وفات پا گئیں، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۲۲ر نومبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل و شعبہ برقیات کے نگران مولانا محمد شاہد صاحب کے والد صاحب اچانک حرکتِ قلب بند ہونے کے باعث اوکاڑہ میں وفات پا گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے سابق خادم ظہور اَحمد کے والد صاحب گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ اہلِ اِدارہ جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانئ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور